﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ*﴾ (آل عمران: ۷۴) ﴿... عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا*﴾ (بنی إسرائيل: ۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۲ جمعۃ المبارک ۲۹ دسمبر ۱۹۹۵ء شمارہ ۵۲

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہمارے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں

"اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضاء کی طرح سے ہے اور یہ بات ہمارے روزمرہ کے تجربہ میں آتی ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی ہی میں درد ہو تو سارا بدن بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ٹھیک اسی طرح ہر وقت اور ہر آن میں ہمیشہ اسی خیال اور فکر میں رہتا ہوں کہ میرے دوست ہر قسم کے آرام و آسائش سے رہیں۔ یہ ہمدردی اور یہ غمخواری کسی تکلف اور بناوٹ کی رو سے نہیں، بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر واحد کے آرام و آسائش کے فکر میں مستغرق رہتی ہے خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح میں للّٰہی دلسوزی اور غمخواری اپنے دل میں دوستوں کے لئے پاتا ہوں اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے تو طبیعت میں ایک بے کلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شامل حال ہو جاتا ہے اور جوں جوں احباب کی کثرت ہوتی جاتی ہے اسی قدر یہ غم بڑھتا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا خالی نہیں رہتا جبکہ کسی قسم کا فکر اور غم شامل حال نہ ہو کیونکہ اس قدر کثیر التعداد احباب میں سے کوئی نہ کوئی، کسی نہ کسی غم اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی اطلاع پر ادھر دل میں قلق اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نہیں بتلا سکتا کہ کس قدر اوقات غموں میں گزرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے اس لئے میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں۔ اور سب سے مقدم دعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے، کیونکہ مجھے تو ان کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں۔ اور پھر یہ دعا مجموعی ہیئت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کو نجات دے۔ ساری سرگرمی اور پورا جوش یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ دعا کی قبولیت میں بڑی بڑی امیدیں ہیں۔ بلکہ میرے ساتھ میرے مولیٰ کریم کا صاف وعدہ ہے کہ "اجیب کل دعائک" مگر میں خوب سمجھتا ہوں کہ "کل" سے مراد یہ ہے کہ جن کے نہ سننے سے ضرر پہنچ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ تربیت اور اصلاح چاہتا ہے تو رد کرنا ہی اجابت دعا ہوتا ہے۔

..... پس ایسی دعائیں جن میں انسان حوادث اور صدمات سے محفوظ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ مگر مضر دعاؤں کو بصورت رد قبول فرما لیتا ہے۔ مجھے یہ الہام بارہا ہو چکا ہے۔ "اجیب کل دعائک" دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ہر ایک ایسی دعا جو نفس الامر میں نافع اور مفید ہے، قبول کی جائے گی۔ میں جب اس خیال کو اپنے دل میں پاتا ہوں تو میری روح لذت اور سرور سے بھر جاتی ہے۔ جب مجھے یہ اول ہی اول الہام ہوا قریباً پچیس یا تیس برس کا عرصہ ہوتا ہے، تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ میری دعائیں جو میرے یا میرے احباب کے متعلق ہونگی ضرور قبول کرے گا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ اس معاملہ میں بخل نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ یہ ایک انعام الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفت میں فرمایا ہے "ومما رزقنٰھم ینفقون" (البقرہ: ۴) پس میں نے اپنے دوستوں کے لئے یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ خواہ وہ یاد دلائیں یا نہ دلائیں کوئی امر خطیر پیش کریں یا نہ کریں ان کی دینی اور دنیوی بھلائی کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

مگر یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کے لئے چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدنظر رکھے اور اس کے غناء ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے باب استجابت کھولا جاتا ہے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک سد اور چٹان ہو جاتی ہیں اور استجابت کا دروازہ اس کے لئے بند ہو جاتا ہے۔

پس ہمارے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہے"۔ (تقریر ۳۰ دسمبر ۱۸۹۷ء، ملفوظات جلد اول [طبع جدید] صـ ۶۶ تا ۶۸)

مختصرات

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تازہ ترین ارشادات کے خلاصہ پر مشتمل "مختصرات" کے اس کالم میں مختلف مجالس عرفان میں پوچھے جانے والے سوالات کی تفصیل بھی درج کی جاتی ہے۔ ان سوالات پر نظر کرنے سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ سوالات اور اعتراضات جن سے ایک داعی الی اللہ کو عام طور پر میدان تبلیغ میں واسطہ پڑتا ہے ان مجالس میں مختلف احباب اور مہمانوں کی زبانی حضور انور کی خدمت میں پیش ہوتے رہتے ہیں اور حضور انور ہر بار اپنے اچھوتے اور دلچسپ انداز میں ان کے جوابات بیان فرماتے ہیں۔ سوال میں تکرار بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وسیع علم کی برکت سے حضور انور کے جواب میں تکرار نہیں ہوتی بلکہ ایک جدت اور ندرت پائی جاتی ہے۔ یہ مجالس اردو میں بھی ہوتی ہیں اور انگریزی میں بھی اور پھر جب یہ پروگرام MTA پر نشر ہوتے ہیں تو دیگر مختلف زبانوں مثلاً عربی، فرانسیسی اور اردو زبانوں میں ان کے تراجم بھی ساتھ کے ساتھ نشر ہوتے ہیں۔ اس طرح داعیان الی اللہ کے لئے علم و معرفت کا ایک وسیع خزانہ ہے جو ہر روز تقسیم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بہترین رنگ میں استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہفتہ ۹ دسمبر ۱۹۹۵ء

آج حسب معمول بچوں کی حضور انور کے ساتھ "ملاقات" کا دلچسپ پروگرام ہوا۔ جس میں سب سے پہلے ایک بچی کی تقریب آمین ہوئی (حضور نے فرمایا کہ اس واقعہ کو آئندہ کے لئے مثال نہ بنالیا جائے) بعد ازاں خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مرحوم کے بارہ میں ایک تقریر ہوئی۔ چند بچوں اور بچیوں نے نظمیں پڑھیں اور دو بچوں کے درمیان کشتی کا دلچسپ مقابلہ ہوا۔ دوران پروگرام حضور نے بچوں کو مختلف نصائح فرمائیں۔

اتوار ۱۰ دسمبر ۱۹۹۵ء

آج کے پروگرام "ملاقات" میں ماریشس سے تعلق رکھنے والے احباب نے شمولیت کی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔

★ اسلام میں مجسمہ سازی اور بت تراشی کی ممانعت ہے اور ایسا کرنے والوں کو عذاب الیم کی وعید سنائی گئی ہے۔ اس پس منظر میں آپ ایک نوجوان طالبعلم کو کیا مشورہ دیں گے جو اس دور میں اپنی آرٹ کی صلاحیت کو اجاگر کرنا چاہتا ہے۔

★ اگر کسی معاشرہ میں مرد اور عورت دونوں کمانے والے ہوں تو ایسی صورت میں حق مہر کی کیا اہمیت اور افادیت ہے؟

★ ایک غیر احمدی ماریشس خاتون کا سوال کہ احمدیت قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ (حضور انور نے اس کا بہت تفصیلی جواب دیا جس میں وفات مسیح، نزول مسیح اور دجال وغیرہ کے موضوع پر احمدی اور غیر احمدی نقطہ نظر بڑی وضاحت سے بیان فرمایا)۔

★ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں "بل رفعہ اللہ الیہ" کے الفاظ آتے ہیں۔ رفع الی اللہ کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

سوموار، منگل ۱۱ و ۱۲ دسمبر ۱۹۹۵ء

پروگرام کے مطابق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دونوں دن ہومیو پیتھی کلاسز نمبر ۱۳۰ اور ۱۳۱ لیں۔

بدھ و جمعرات ۱۳ و ۱۴ دسمبر ۱۹۹۵ء

حسب پروگرام ان دو دنوں میں ترجمۃ القرآن کلاسز نمبر ۱۰۳ و ۱۰۴ منعقد ہوئیں جن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے علی الترتیب سورۃ توبہ کی آیات ۷ تا ۲۷ اور آیات ۲۸ تا ۳۷ کا آسان فہم ترجمہ اور ضروری مقامات کی تفسیر بیان فرمائی۔

جمعۃ المبارک ۱۵ دسمبر ۱۹۹۵ء

آج حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ اردو زبان میں سوال و جواب کی مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں حضور انور نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔

★ سورۃ لقمان کی آخری آیت کے حوالہ سے ایک دوست نے سوال کیا کہ کیا قبل از پیدائش بچے کی جنس قطعی طور پر معلوم کی جاسکتی ہے اور کیا ایسا پتہ کروانا اسلامی تعلیم کے لحاظ سے درست ہے؟

★ قبریں تین چار قسم کی بنائی جاتی ہیں۔ ان کے متعلق صحیح اسلامی نقطہ نظر کیا ہے؟

★ حدیث میں آتا ہے کہ آخری زمانہ میں مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کریں گے اور عورتیں مردوں کی۔ نیز عورتیں اپنے بال کوہان کی طرح بنائیں گی تو کیا آجکل عورتوں کو جوڑا کرنا اور مردوں کو داڑھی منڈوانا جائز ہے؟

★ قرآن کریم کی آیت "ولا تقولوا ثلاثۃ" سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مشرک ہیں پھر مسلمانوں کو عیسائیوں سے شادی کی اجازت کیوں دی گئی ہے؟

★ قرآن کریم میں سورۃ قمر آیت ۱۱ میں حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر میں آتا ہے

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

زمانہ انقلاب میں ہے

صبح کے شام میں اور رات کے دن میں تبدیل ہونے اور پھر دن کے رات میں ڈھلنے کا نہ رکنے والا عمل خدا معلوم کب سے جاری ہے اور جب تک وہ چاہے گا گردش لیل و نہار کا یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا اور دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے رہیں گے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ زمانہ انقلاب میں ہے اور وقت کے کسی لحہ کو بھی قرار حاصل نہیں اور نہ کسی انسان کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ وقت کے کسی ایک لحہ کو تھام کر اسے آگے بڑھنے سے روک سکے بلکہ وقت کا پہیہ مسلسل گردش میں رہتا ہے۔ پھر صرف زمانہ ہی انقلاب میں نہیں بلکہ اس زمانے سے وابستہ تمام کائنات خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان، جاندار ہوں یا غیرجاندار، اجرام فلکی ہوں یا ارضی مخلوقات سبھی انقلاب میں ہیں اور ایک عزیز و علیم ھستی کی تقدیر کے مطابق سبھی اپنے اپنے مستقر یا اپنی اجل مسمی کی طرف رواں دواں ہیں۔ تغیر و تبدل ان کے ساتھ لازم ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی ثبات اور دوام حاصل نہیں۔ "ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں"۔ جب بھی یہ سب سفر کرتے ہوئے اپنی اجل کو پہنچ جائیں گے تو پھر وہ نہ اس سے ایک لحہ پیچھے رہ کر بچ سکیں گے اور نہ اس سے بچ کر آگے نکل سکیں گے۔ ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے اور زمانے سے وابستہ ہر چیز کو عدم اور فنا لازم ہے۔ صرف ایک ہی ذات ہے جو باقی رہنے والی ہے جس میں کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا جو ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ جو زمان و مکان کی حدود و قیود سے بالا ہے۔ جس پر کوئی تنزل، کوئی انحطاط وارد نہیں ہوسکتا۔

بریکے حال ہست در ہمہ حال   رہ نیابد بدو فنا و زوال

وہ ہر زمانہ میں ایک ہی حال پر قائم ہے۔ فنا اور زوال کا اس کے حضور میں گزر نہیں۔ اور وہ ذات اعلیٰ صفات، ذوالجلال والاکرام اللہ ہے جو زمانے کا خالق ہے۔ جو ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے جنکی گردش سے رات اور دن وجود میں آتے ہیں۔ جو ظلمات اور نور کا بنانے والا ہے۔ اس کے سوا ہر چیز بالآخر نابود ہونے والی ہے۔

الغرض اگر آپ غور کریں تو انسان مسلسل مستقبل میں، غیب میں سفر کر رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اگلے لحہ میں اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اسے کس قسم کے حالات درپیش ہونگے۔ اسی لئے انسان کا فرض ہے کہ وہ وقت کی قدر کرے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"دنیا جائے گزشتنی گزاشتنی ہے اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک کام بجالانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو پھر وہ گیا ہوا وقت ہاتھ نہیں آتا۔"

"انسان کی عمر تھوڑی اور ناپائیدار ہے۔ اس کا کچھ بھروسہ نہیں اور عظیم الشان کام درپیش ہے۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ خاتمہ بالخیر ہوجاوے۔"

اور یہ خاتمہ بالخیر بھی محض خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے کیونکہ انسان کوئی کام بھی اسکی مدد اور توفیق کے بغیر انجام نہیں دے سکتا۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے تمام بنی نوع انسان کے لئے یہ پاک نمونہ قائم فرمایا کہ آپ ہر وقت ذکر الٰہی میں اور دعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔ آپؐ کی دعائیں کثرت سے کتب احادیث میں مروی ہیں۔ وقت کی ان بڑی تبدیلیوں کے لمحات میں جب مثلاً دن رات میں بدل رہا ہوتا تھا اور شام کے اندھیرے دن کی روشنی کو سمیٹ رہے ہوتے تھے۔ اسی طرح صبح کے وقت جب فجر کی روشنی رات کی تاریکی کو اجالے میں تبدیل کر رہی ہوتی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ سے آنے والے دن اور آنے والی رات کی خیر طلب فرمایا کرتے تھے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ اللہ کے نام کے ساتھ آپ کے دن کا آغاز ہوتا تھا اور اللہ ہی کے نام کے ساتھ رات شروع فرماتے تھے۔

چنانچہ احادیث میں یہ بھی بیان ملتا ہے کہ آپؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ تم سورۃ اخلاص اور بعد کی دو سورتیں صبح و شام تین بار پڑھا کرو۔ یہ ذکر تمہیں ہر چیز سے بے نیاز کردے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تمام ضرورتوں کا متکفل ہو جائے گا۔

یہ دور جس میں سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں بہت بڑے بڑے انقلابات کا زمانہ ہے۔ خطہ ارض پر جہان نو کے نقشے ابھر رہے ہیں۔ نظام بدل رہے ہیں۔ دجالی طاقتیں پورے زورشور کے ساتھ اپنے عنکبوتی تاروں کے جال میں نوع انسانی کو جکڑنے میں مصروف ہیں۔ اس زمانہ میں نوع انسانی کو دجال سے نجات دلانے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا ہے اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود دعاؤں کے ذریعہ دجال کا مقابلہ کرے گا ہمارا فرض ہے کہ ہر لحہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں اور اب جبکہ ہم نئے سال میں داخل ہونے والے ہیں خصوصیت سے دعاؤں کے ساتھ موجودہ سال کا اختتام اور نئے سال کا آغاز کریں کہ وقت کے اس نئے دور میں خدا تعالیٰ ہمیں اپنی خاص حفاظت میں رکھے اور "للآخرۃ خیرلک من الاولیٰ" کے مصداق حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آنے والا سال ہمارے لئے پہلے سے زیادہ برکتیں لے کر آئے اور نئے سال کا "ہر دن چڑھے مبارک، ہر شب بخیر گزرے"۔

بخدا سخت کافرم

کافر ہیں ہم ضرور کہ دنیائے کفر میں   اونچا کیا ہے عظمت اسلام کا علم
گمراہ کیوں نہ ہم ہوں کہ پہنچا گئے ہیں آج   تثلیث کی زمین پہ توحید کے قدم
ہم ننگ دیں ہیں واقعی تسلیم ہے ہمیں   قائم کیا ہے چار سو اسلام کا بھرم
زیبا ہمیں کو دہر میں مرتد کا ہے لقب   دنیا کو کر رہے ہیں در مصطفیٰؐ پہ خم
قربان ہم نے کردیا دنیا کو دین پر   جرم عظیم ہے یہی اک جرم لا جرم
سر تا قدم ہیں سرور کونینؐ پر فدا   اتنی خطا ضرور ہوئی مانتے ہیں ہم
ہے جرم یہ کہ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ   ہم مصطفیٰؐ کو مانتے ہیں رحمت اتم
اپنے عظیم جرم کا اقرار ہے ہمیں   اپنی خطا پہ ہے سر تسلیم اپنا خم

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(مبارک احمد مبارک)

ہم وہ خوش بخت کہ ہر بام سے پتھر برسے
ورنہ احباب تو اک خندہ گل کو ترسے
نرم دل ایسے کہ اک اشک بہا لے جائے
سخت جاں اتنے گزر جائیں سمندر سر سے
ان کو للکارتے ہیں تیری گلی کے لڑکے
بر سر جنگ ہیں جو لوگ زمانے بھر سے
جان دے کر تجھے پالیں تو غنیمت جانیں
یہ سمجھتے ہیں کہ اٹھ جائیں گے تیرے در سے
شیخ نے فتویٰ دیا ہے مری گمراہی کا
ایسا لگتا ہے کہ نزدیک ہوں تیرے گھر سے
اسی شدت میں غزل لکھتے رہے تو اکبر
خوں کا ہر قطرہ ٹپک جائے گا چشم تر سے

(اکبر حمیدی)

ادارہ الفضل انٹرنیشنل کی طرف سے قارئین کو سال نو مبارک ہو

بقیہ: مختصرات

"فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر" اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعاؤں میں یہ دعا ملتی ہے کہ "رب انی مغلوب فانتصر"۔ سوال یہ ہے کہ انی اور انی کے فرق سے کیا معانی میں بھی کوئی فرق پڑتا ہے یا نہیں؟

★ قرآن کریم میں بہت سی اقوام ہیں جنہوں نے انبیاء کا مقابلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کردیا۔ لیکن یہودی قوم جو مغضوب علیہ بھی ہے اس کو خدا تعالیٰ نے قیامت تک قائم رکھا ہے، اس کی کیا خصوصیت ہے؟

★ عبرانیوں باب ۵ آیت نمبر ۷ کے حوالہ پر تبصرہ جس میں حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت سے نجات کی دعا کی قبولیت کا ذکر ہے۔

★ حدیث میں ہے کہ امت مسلمہ ۷۲ فرقوں میں بٹ جائے گی جبکہ قرآنی حکم "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا" ہے۔ ہم بحیثیت جماعت مسلمانوں میں کیسے وحدت قائم کرسکتے ہیں؟

★ حضور ایدہ اللہ جب قادیان کے جلسہ کے موقع پر گئے تھے تو فرمایا تھا کہ میں انشاء اللہ پھر بھی آتا رہوں گا۔ اب حضور کا کب قادیان تشریف لے جانے کا پروگرام ہے؟

★ جنگ کی حالت میں نماز کی ادائیگی کی عملی صورت کیا ہوگی؟ کیا امام مجاہدین کو الگ الگ نماز پڑھائے گا یا کوئی اور صورت ہوگی؟

★ مذہب کے بارہ میں عموی طور پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ مذہب عصبیت پیدا کرتا ہے۔ اس پر حضور کا تبصرہ؟

★ کیا قبروں پر کتبہ لگانے کا طریق درست ہے؟ لحد کی صورت میں کتبہ کس جگہ لگانا چاہئے؟

(ع۔م۔ر)

تاریخ پاکستان کا ایک اہم باب

قائد اعظم محمد علی جناح کی ہندوستانی سیاست میں دوبارہ واپسی

(بشیر احمد رفیق۔ لندن)

قائد اعظم محمد علی جناح پہلی اور دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان تشریف لاتے رہے اور کانفرنس کی کار روائی میں بھرپور حصہ لیتے رہے لیکن ہندو ذہنیت اور کانفرنس کے دوران لاتعلق مسائل پر وقت کے ضیاع سے آپ بےحد دلبرداشتہ ہوگئے اور آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستانی سیاست سے قطعاً کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ چنانچہ آپ نے ہندوستانی سیاست کو خیرباد کہہ دیا اور پریوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی میں بطور ایڈووکیٹ کام کرنا شروع کردیا اور لندن کے خوبصورت علاقہ Hampstead Heath میں مکان خرید کر لندن میں مستقل رہائش کرلی۔ اس کا ذکر آپ نے اپنے الفاظ میں یوں کیا ہے:

I received the shock of my life at the meetings of the "Round Table Conference. In the face of danger of the Hindu sentiment, the Hindu mind, the Hindu attitude led me to the conclusion that there was no hope of unity. I felt very pessimistic about my country. The position was most uncomfortable ....
I began to feel that I could neither help India, nor change the Hindu mentality; nor could I make the Muslims realize their precarious position. I felt so disappointed and depressed that I decided to settle down in London. Not that I did not love India, but I felt so utterly helpless."
(Jinnah, by Hector Bolitho London 1954, P 100)

جناب رئیس احمد جعفری نے اپنی مشہور کتاب "قائد اعظم اور ان کا عہد" (ناشر مقبول اکیڈمی۔ شاہ عالم گیٹ لاہور) میں جناب قائد اعظم محمد علی جناح کے تاثرات کو یوں بیان کیا ہے۔ قائد اعظم نے علی گڑھ یونیورسٹی یونین میں ۵ فروری ۱۹۳۸ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"میں حیران ہوں کہ میری ملی خودداری کو کیا ہوگیا تھا۔ میں کانگریس سے صلح و مفاہمت کی بھیک مانگا کرتا تھا۔ میں نے اس مسئلہ کے حل کے لئے اتنی مسلسل اور غیر منقطع مساعی کیں کہ ایک انگریز اخبار نے لکھا مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ سے کبھی نہیں تھکتے۔ لیکن گول میز کانفرنس کے زمانہ میں مجھے اپنی زندگی میں سب سے بڑا صدمہ پہنچا جیسے ہی خطرہ کے آثار نمایاں ہوئے ہندویت دل و دماغ کے اعتبار سے اس طرح نمایاں ہوئی کہ اتحاد کا امکان ختم ہوگیا۔

اب میں مایوس ہوچکا تھا۔ مسلمان بےسہارا اور ڈانواڈول ہو رہے تھے۔ کبھی حکومت کے یار وفاداران کی رہنمائی کے لئے میدان میں آ موجود ہوتے تھے۔ کبھی کانگریس کے نمائندگان خصوصی ان کی قیادت کا فرض ادا کرنے لگتے تھے۔ مجھے اب ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کرسکتا ہوں۔ نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں۔ آخر میں نے لندن ہی میں بود و باش کا فیصلہ کرلیا۔ پھر بھی ہندوستان سے میں نے تعلق قائم رکھا اور چار سال کے قیام کے بعد میں نے دیکھا کہ مسلمان خطرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ آخر میں نے رخت سفر باندھا اور ہندوستان پہنچ گیا۔ (صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۲)

قائد اعظم کے انگلستان میں مستقل رہائش اختیار کرنے کا ذکر جناب ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے اپنی کتاب "اقبال کے آخری دو سال" (شائع کردہ اقبال اکادمی پاکستان کراچی) میں بدیں الفاظ کیا ہے:

"مسٹر جناح دوسری گول میز کانفرنس سے فارغ ہوکر ہندوستان نہیں آئے تھے بلکہ انگلستان ہی میں مقیم ہوگئے تھے اور غالباً ان کا ارادہ مستقل قیام کرنے کا تھا۔ ایک طرف تو وہ برطانوی ہتھکنڈوں سے سخت نالاں تھے اور دوسری طرف ہندو مسلم مناقشے نے انہیں بہت آزردہ کر رکھا تھا تاہم بعض حالات و واقعات کی بناء پر وہ ۱۹۳۴ء کے آخر میں واپس ہندوستان تشریف لائے اور آتے ہی مرکزی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے" (صفحہ ۴۳۱)

قائداعظم محمد علی جناح کے یوں ہندوستانی سیاست سے مایوس ہونے کی وجہ سے انگلستان مستقل قیام کے نتیجہ میں مسلمان بےیار و مددگار ہوکر رہ گئے۔ ہندوستان میں اور کوئی مسلمان لیڈر قائد اعظم کے پایہ کا موجود نہ تھا۔ کانگریس اپنی ہندو ذہنیت کے مدنظر مسلمانوں کو کسی قسم کا سیاسی حق دینے پر آمادہ نہ تھی۔ نتیجۃً مسلمان کانگریس کی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں آپس میں دست و گریبان ہونا شروع ہوگئے۔ فرقہ واریت نے مزید ستم ڈھایا جسے کانگریس نے خوب ہوا دی۔ غرض ہندوستانی مسلمان ایک ایسے کاروان کی مانند ہوگئے جس کا کوئی نگران و رہنما نہ تھا۔

حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہندوستانی مسلمانوں کی اس بےحد افسوسناک حالت کو دیکھ دیکھ کر غمگین ہورہے تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے کے سلسلہ میں کوئی اقدام کریں اور انہیں تباہی سے بچائیں۔

آپ کو قائد اعظم کے خلوص، دیانت اور اعلیٰ لیڈرشپ کی خصوصیات کا بخوبی علم تھا اور یہ جانتے تھے کہ اس مشکل وقت میں محمد علی جناح ہی مسلمانوں کی منجدھار میں گھری ہوئی ناؤ کو ساحل مراد تک پہنچا سکتے ہیں۔ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ انگریزوں اور کانگریس کے خلاف بیک وقت سیاسی جنگ لڑنے اور مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کرنے کے لئے محمد علی جناح کے سوا اس وقت ہندوستان بھر میں اور کوئی مسلمان لیڈر موجود نہیں۔ لیکن جناح صاحب تو مستقلاً ہندوستان سے نقل مکانی کرچکے تھے۔ اور یہ اعلان کرچکے تھے کہ وہ ہندوستانی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہیں۔ ان حالات میں انہیں کیسے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ واپس ہندوستان تشریف لاکر مسلمانوں کی قیادت کریں اور انہیں ان کے سیاسی حقوق دلانے میں ممد ہوں۔

۱۹۳۳ء میں لندن کی احمدیہ مسجد فضل کے امام جناب مولانا عبدالرحیم صاحب درد تھے جنہیں خدا تعالیٰ نے دینی اور روحانی علوم کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت بھی عطا کر رکھی تھی۔ انہوں نے ایک مشہور انگریزی مذہبی رسالہ "The Review of Religions" کی کامیاب ادارت کا فریضہ سالہا سال تک سرانجام دیا تھا۔ جناب مولانا درد صاحب کے تعلقات کا دائرہ انگلستان میں بہت وسیع تھا۔ پارلیمنٹ کے متعدد ممبران اور دوسرے سیاسی عمائدین اکثر مولانا درد کے پاس ان سے مشورہ حاصل کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نظر انتخاب انہی پر پڑی۔ آپؓ نے جناب درد صاحب کو ہدایات جاری کیں کہ وہ فوراً جناب جناح سے ملیں اور انہیں ہندوستان واپس آنے پر آمادہ کریں اور انہیں جماعت احمدیہ کے امام کی طرف سے یہ یقین دلائیں کہ جماعت ان کی ہر طرح سے مدد کرے گی۔

جناب درد صاحب کو حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ ہدایات ملیں تو آپ نے فوراً جناب محمد علی جناح صاحب سے رابطہ کیا اور انہیں حضرت امام جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچایا اور انہیں ہندوستان واپس تشریف لے جانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن قائد اعظم واپسی پر آمادہ نہ ہوئے اور انکار کرتے رہے۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ کبھی درد صاحب قائد اعظم کے ہاں جاتے اور کبھی قائد اعظم لندن مسجد تشریف لاتے۔

ان ملاقاتوں کے عینی شاہد محترم عبدالعزیز دین صاحب تھے جنہوں نے خود مجھے تفصیل سے اس بارہ میں بتایا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب قائد اعظم نے پہلی مرتبہ لندن مسجد آنا تھا تو درد صاحب نے میری ڈیوٹی لگائی کہ میں دروازے کے باہر ان کا استقبال کروں۔ چنانچہ میں بروقت مسجد حاضر ہوگیا۔ وقت مقررہ پر جناح صاحب تشریف لائے۔ میں نے انہیں Receive کیا اور اندر لے جاکر مولانا درد صاحب سے متعارف کرایا۔ ۶۳ میلروز روڈ کے کمرہ استقبال میں یہ دونوں حضرات تشریف فرما ہوئے اور میں چائے لانے چلا گیا۔ چند منٹ میں چائے اندر لایا اور باہر جانے لگا تو درد صاحب نے فرمایا آپ بھی بیٹھ جائیں چنانچہ میں بھی بیٹھ گیا۔ درد صاحب نے قائد اعظم کو حضورؓ کا پیغام پہنچایا اور انہیں ہندوستان واپس جاکر مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کرنا شروع کیا۔ لیکن قائد اعظم ٹس سے مس نہ ہوئے اور اس بات پر مصر رہے کہ وہ اب ہرگز واپس نہیں جائیں گے۔ خیر اس طرح کی چار یا پانچ نشستیں مختلف اوقات میں ہوئیں۔ ہر دفعہ درد صاحب مجھے بلاتے رہے اور میں ان کی گفتگو میں شامل ہوتا رہا۔ آخری بار جب نشست ہوئی تو جناح صاحب نے بیٹھتے ہی فرمایا کہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کی تحریک پر ہندوستان جاکر مسلمانوں کے مفاد میں کام کروں لیکن مشکل یہ ہے کہ میں نے برملا یہ اعلان کیا ہوا ہے کہ میں اب ہندوستانی سیاست سے ریٹائر ہورہا ہوں۔ اس لئے اب سیاست میں واپس کیسے جاؤں؟ جناب درد نے فرمایا کہ اس کا بھی حل موجود ہے۔ چند روز تک عیدالاضحیہ آنے والی ہے۔ نماز کے بعد حسب معمول مسجد کے سبزہ زار میں دوپہر کے کھانے کا بندوبست ہوگا۔ آپ اس دن تشریف لائیں اور حاضرین سے ہندوستان کی سیاست پر خطاب فرماویں۔ ہم قبل از وقت وسیع پیمانہ پر اعلان کردیں گے کہ مسٹر جناح کی تقریر ہوگی۔ اس طرح آپ اپنے خیالات کا اظہار کرکے ہندوستانی سیاست میں واپس آ جائیں گے۔ جناب قائد اعظم نے درد صاحب کی اس تجویز کو پسند فرمایا اور آمادگی کا اظہار کردیا۔

محترم عبدالرحیم صاحب درد امام مسجد فضل لندن نے اس عہد و پیمان کے بعد جلسہ کی تیاریاں شروع کردیں۔

انگلستان میں مقیم ہندوستانی مسلمان طلباء کو بالخصوص مدعو کیا۔ برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران، سیاسی لیڈران، مختلف ممالک کے سفراء اور ہندوستانی سربراہان ریاست ہائے ہندوستان کو شمولیت کے لئے دعوت نامے بھجوائے۔ جلسہ کی صدارت کے لئے ممبر پارلیمنٹ Sir Stewart Sandeman کو دعوت دی گئی جو انہوں نے قبول کرلی۔

جناب عبدالرحیم صاحب درد کا بیان جو انہوں نے ۱۹۵۵ء میں دیا، درج ذیل ہے:

"یہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قائد اعظم نے انگلستان سے ہندوستان واپس آکر مسلمانوں کی سیاسی قیادت سنبھالی۔ اس طرح بالآخر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ جب میں ۱۹۳۳ء میں امام مسجد لندن کے طور پر انگلستان پہنچا تو اس وقت قائد اعظم انگلستان ہی میں سکونت رکھتے تھے۔ وہاں میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آکر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی۔ میں نے انہیں آمادہ کرلیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جبکہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے ان کی پھنسی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بیوفائی کے مترادف ہوگی۔ چنانچہ اس تفصیلی گفتگو کے بعد آپ مسجد احمدیہ لندن میں تشریف لائے اور وہاں باقاعدہ ایک تقریر کی جس میں ہندوستان کے مستقبل کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد قائد اعظم انگلستان کو خیرباد کہہ کہ ہندوستان واپس ہوئے۔"

(الفضل یکم جنوری ۱۹۵۵ء)

لندن مسجد احمدیہ میں جلسہ کا انعقاد

۷ اپریل ۱۹۳۳ء کو عیدالاضحیہ تھی۔ یہ دن اپنی بےشمار برکتوں کے ساتھ اس لحاظ سے بھی تاریخی قرار پایا کہ اس دن مسٹر محمد علی جناح قائد اعظم نے ایک بار پھر ہندوستانی سیاست میں قدم رکھا اور ایک عظیم جلسہ سے خطاب فرمایا۔ عیدالاضحیہ کی نماز و خطبہ میں شمولیت کے بعد قائد اعظم مسجد سے ملحقہ وسیع و عریض لان میں ایستادہ خیمہ میں تشریف لے گئے جہاں دو صد سے زائد معززین موجود تھے اور ان کی تقریر سننے کے لئے جمع تھے۔ ان میں لارڈ لی۔ وائیکونٹ اور لیڈی آسٹر سر بھوپیندر ناتھ ہائی کمشنر فار انڈیا، سر ڈیوڈ منرو، پروفیسر ایچ اے آر گب۔ شیخ حافظ وھبہ قونصل حجاز، پولینڈ کے قائمقام قونصل جنرل، لیفٹننٹ جنرل سر

ہربرٹ کک، مہاراجہ آف بردوان، میری پکفورڈ ایم پی، سر ایڈورڈ مکلیگن وغیرہ شامل تھے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سر اسٹیورٹ سینڈیمن کی صدارت میں جلسہ کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ جناب قائد اعظم نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

"The eloquent persuasion of the Imam left me no way of escape"

یعنی امام صاحب کی پرزور ترغیب نے میرے لئے اور کوئی راہ باقی نہ چھوڑی۔ آپ کی تقریر کا عنوان تھا INDIA OF THE FUTURE - اس تقریر کا خلاصہ الفضل ۲۷ اپریل ۱۹۳۳ء میں بدیں الفاظ شائع ہوا۔

"آپ نے (یعنی قائد اعظم نے) بتایا کہ ہندوستان اب جلد جلد ترقی کرے گا۔ وائٹ پیپر کی تجاویز ہندوستانیوں کو مطمئن نہیں کر سکتیں۔ انہیں کامل خودمختاری ملنی چاہئے۔"

قائد اعظم کی تقریر نے مسلمان طلباء کے دلوں میں آزادی ہند کے لئے ولولہ پیدا کر دیا۔ انہیں بار بار ان طلباء نے نعرے لگا کر خراج عقیدت پیش کیا اور ان کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔ صاحب صدر نے اختلاف کا اظہار کیا۔ آخر میں جناب درد صاحب امام مسجد لندن نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ ہم نے قائد اعظم اور صاحب صدر کے خیالات سن لئے ہیں۔ نیز فرمایا کہ ہندوستان کی ترقی برطانیہ اور ہندوستان کے اتحاد سے وابستہ ہے۔

قائد اعظم کی اس تقریر کو برطانوی پریس کے علاوہ دنیا کے اور اخبارات نے بھی خوب پبلسٹی دی۔ برطانیہ کے مشہور اخبار The Sunday Times نے اپنی اشاعت مورخہ ۹ اپریل ۱۹۳۳ء میں لکھا:

"There was a large gathering in the grounds of the mosque in Melrose Road, Wimbledon, where Mr. Jinnah made unfavourable comments on the Indian White Paper from a national point of view. The Chairman, Sir Nair Stewart Sandeman, M.P. took up the Churchill attitude on the subject, and this led to heckling by some of the Muslim students, who were, however, eventually calmed by the Imam of the mosque."

قائداعظم کی اس تقریر کا ذکر "دی ایوننگ سٹینڈرڈ" لندن۔ اخبار "ہندو" مدراس۔ "دی اسٹمین" کلکتہ "پائونیر" الہ آباد۔ "ویسٹ افریقہ"۔ Egyptian Gazette اسکندریہ وغیرہ میں بھی ہوا۔ اخبار "ویسٹ افریقہ" جو لندن سے شائع ہوتا تھا، نے لکھا:

The 'id ul Azha Festival

The celebration at the London Mosque last Thursday of the Moslem festival of 'Id ul Azha drew a large gathering of Indian and Anglo-Indians and a few West Indians, but no West Africans, so far as I could see. This was probably because West Africans do not feel directly interested in Indian problems, and because the main address, by Mr M A Jinnah, an Indian barrister and prominent Moslem leader, dealt with "the future of India". Mr. Jinnah's call was for self-government for India and something more effective than the proposed council in which 250 elected members would represent the masses and 125 the princes. From his point of view Britain's only safeguard in India was the continuing breach between Moslems and Hindus, but to an outsider it would seem that the standard of unity is in itself a measure of the need of further British aid in administration.

The chairman, Sir Stewart Sandeman, M.P., took up a position very different from that of the speaker, and the discussion thus stimulated continued with much frankness and good temper over the tea tables, when the guests partook of the hospitality of Maulvi A. R. Dard. M.A., who will best be remembered by readers of West Africa as former learned editor of the "Review of Religions", and who is now Imam of the London Mosque."

اسی طرح مشہور رسالہ THE NEAR EAST AND INDIA. نے لکھا:

"THE 'ID-UL-AZHA.

On the occasion of the Muslim Festival of 'Id ul Azha, Maulvi A R Dard. Imam of the London Mosque, at Southfields, Wimbledon, held a reception in the grounds of the Mosque on April 6 ; the gathering, under the chairmanship of Sir Nairne Stewart Sandeman, M.P., was addressed by Mr. M A Jinnah. Taking as his subject "India's future," the latter elaborated the thesis that the British Government's scheme for the constitutional development of India as outlined in the White Paper , would not work and that nothing short of full and unrestricted self government would satisfy "India". Without it, the future, he hinted, had in store trouble and bloodshed. Mr. Jinnah's remarks, which were of a highly provocative character to some of his audience, but were vocally endorsed by others, were challenged by the Chairman, who stated that he might not agree with the White Paper project, but it would be for different reasons from those put forward by the previous speaker. Mr. Jinnah, who had been announced as a great leader of Indian Muslims and had dissociated himself in his opening remarks from the Congress Party, but in his speech had endorsed the congress party's attitude to constitutional development in India, was asked by an Indian visitor where he actually stood in the matter. Mr. Jinnah replied that he had come down to speak on "India's future", and not to say where he stood in regard to the question. The Imam, in thanking the Chairman and Mr. Jinnah for their speeches, said that he was himself of opinion that the success of India's future lay in the co-operation of India and Great Britain.

Among those who accepted invitations to be present were:- Lord Leigh, Lord and Lady Astor, the Hon, Commander Kenworthy, Sir Frederik and Lady Graham, Sheikh Hafiz Wahba, Lt.-Gen. Sir Herbert Cooke, Sir David Munro, the Maharaja of Burdawan, Sir Edward Maclagan, Sir Reginald Glancy , Sir Telford Waugh, sir Denys Bray, Mr. H A F Lindsay, Sir Denison and Lady Ross."

قائد اعظم اپنی اس معرکۃ الآراء تقریر کے کچھ ہی عرصہ بعد ہندوستان واپس تشریف لے گئے اور مسلمانوں کی قیادت سنبھال لی۔

یہاں یہ بات بھی واضح کرنی ضروری ہے کہ ممکن ہے قائد اعظم کو واپس ہندوستان تشریف لے جانے پر آمادہ کرنے میں بعض اور مسلمان لیڈر مثلاً خان لیاقت علی خان بھی شامل ہوں لیکن بنیادی اور اصل ترغیب جماعت احمدیہ کی ہی تھی۔ جناب چودھری محمد ظفراللہ خان صاحب اپنی کتاب AHMADIYYAT - The Renaissance of Islam میں فرماتے ہیں:

"Mr. Jinnah was most reluctant but eventually changed his mind and agreed to return to India and to place himself at the head of the political struggle of the Muslims for safeguarding their position in an independent India. Mr. Jinnah was approached from time to time by certain leading figures among the Muslims of India who also urged him to return to India. But there can be no doubt that what prevailed with him in the end was the persistence of Mr. Dard under the direction of the Khalifatul Masih. When Mr. Jinnah intimated his willingness to return to India, Mr. Dard held a reception in his honour at the London Mosque which was very well attended. Mr. Jinnah addressed the gathering on India of the future!"

قائد اعظم واپس ہندوستان تشریف لے گئے تو جماعت احمدیہ نے اپنا دست تعاون بڑھا دیا اور پاکستان کے معرض وجود میں آنے تک قائد اعظم کا ساتھ دیا۔ جس کا اعتراف قائد اعظم نے بھی کیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اس دوران متعدد مرتبہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثانی سے مشورے بھی کئے اور تعاون اور دعا کی درخواست بھی کرتے رہے۔ جس کے ثبوت میں ہم سردار شوکت حیات خان کی تازہ کتاب کا مندرجہ ذیل حوالہ پیش کرتے ہیں۔

سردار شوکت حیات اپنی تازہ تصنیف The Nation that lost its soul کے صفحہ ۱۴۷ پر لکھتے ہیں:

قائداعظم نے مجھے قادیان کے حضرت صاحب کے پاس بھیجا

ملتان، ڈیرہ غازی خان، ہوشیارپور، امرتسر، بٹالہ، گورداسپور، اٹک، پنڈی اور سرگودھا، یہ تمام علاقے میری ان حدود میں شامل تھے، جہاں میں دن رات سفر کرتا اور انتخابی مہم کے جلسوں سے خطاب کرتا اور مسلم لیگی امیدواروں کی مدد کرتا تھا۔

اس دوران میرا معمول تھا کہ اپنے روزانہ پروگرام کی ایک کاپی قائداعظم کو ارسال کر دیتا تھا۔ ایک روز مجھے قائد اعظم کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا، "شوکت مجھے معلوم ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو اور میرا خیال ہے کہ بٹالہ سے قادیان پانچ میل دور ہے۔ مہربانی کر کے تم وہاں جاؤ اور قادیان کے حضرت صاحب سے ملاقات کر کے میری طرف سے درخواست کرو کہ وہ پاکستان کے لئے دعا کریں اور پاکستان کے لئے عملاً مدد بھی کریں۔"

بٹالہ میں جلسہ عام کے ختم ہونے کے بعد آدھی رات کے وقت میں قادیان پہنچا، مجھے بتایا گیا کہ حضرت صاحب تو سو چکے ہیں۔ میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ میں آپ کے لئے قائداعظم کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ جونہی یہ پیغام بھجوایا گیا، وہ فوری طور پر اٹھ کر آ گئے اور آتے ہی مجھ سے پوچھا کہ "قائد نے میرے لئے کیا احکامات دیئے ہیں......؟" میں نے انہیں قائد کا پیغام دیا کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں اور تحریک پاکستان کی مدد کریں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ قائد اعظم کو ہماری طرف سے بتا دیں کہ ہم پاکستان کے لئے دعائیں کر رہے ہیں اور پوری طرح تحریک پاکستان کی مدد کر رہے ہیں اور جہاں تک میرے پیروکاروں کا تعلق ہے، کوئی احمدی کسی مسلم لیگی امیدوار کی مخالفت یا اس کا مقابلہ نہیں کرے گا اور کہیں ایسا ہو بھی گیا تو ہماری جماعت ایسے لوگوں کی حمایت نہیں کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ سیالکوٹ ضلع سے میاں ممتاز محمد خان دولتانہ جماعت احمدیہ کے مقامی امیر کے مقابلہ میں بڑی بھاری اکثریت سے جیت گئے۔ (باب ۵ صفحہ ۱۴۷)

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

خطبہ جمعہ

اللہ کے نور کا مظہر کامل اگر دنیا میں کوئی ظاہر ہوا یا مخلوقات میں کوئی بھی نور بن کے چمکا تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء مطابق ۱۰ نبوت ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾.

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۷﴾

(النور: ۳۶، ۳۷)

یہ سورہ النور کی ۳۶ویں اور ۳۷ویں آیتیں ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے۔ اس میں سے پہلی یعنی ۳۶ویں آیت وہ آیت ہے جس پر دراصل اس سورت کو ہی سورہ نور کہا جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کو تحریر فرما کر جو اس کی تفسیر فرماتے ہیں آپؑ ہی کے الفاظ میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ یہ آیت لکھ کر حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

"خدا آسمان و زمین کا نور ہے یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے"۔ صرف بلندی ہی کا نور سے تعلق نہیں۔ ہر پستی کا بھی نور سے تعلق ہے۔ "یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے خواہ وہ ارواح میں ہے، خواہ اجسام میں ہے اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی"۔ ذاتی سے مراد یہ ہے کہ اس کی ہیئت کے اندر بات داخل ہے اس کے جسم میں چیز داخل ہے اس کے وجود کا حصہ ہے۔ اور عرضی کہتے ہیں ایسی صفات کو جو آتی جاتی رہتی ہیں۔ ان صفات سے وجود کے حجم میں، اس کے وزن میں نہ اضافہ ہوتا ہے نہ کمی ہوتی ہے۔ ایسی صفات کو عرضی کہتے ہیں۔ پس ایک انسان کا اچھا ہونا یا برا ہونا اس کی عرضی صفات ہیں۔ اس کے جسم کا حجم اور اس کی شکل، صورت، اس کی بناوٹ یہ ساری مل کر اس کی ذاتی صفات بن جاتی ہیں۔ مگر شکل پھر بھی ذاتی نہیں ہے۔ ان معنوں میں کہ شکل بدل بھی جائے تو اس کے تجسم پر کوئی فرق نہیں پڑتا تو وہ تمام چیزیں جو صورتی رنگ رکھتی ہوں یا ایسی صفات ہوں جو کسی چیز میں اضافہ نہ کریں بلکہ کسی چیز کو مختلف شکلوں اور مختلف رنگ میں اس طرح پیش کریں کہ ان کے تشخص میں تبدیلی ہو لیکن ان کی جسامت، حجم اور ان کی اندرونی حالت میں تبدیلی نہ ہو ان کو عرضی صفات کہا جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نور خواہ جسم سے تعلق رکھتا ہو یعنی اس کی بناوٹ میں داخل ہو جو جسم ہے یا ایک عارضی صفت ہے جو آئی اور گزر گئی، ہر دو صورت میں یہ اللہ ہی کا نور ہے خواہ باطنی ہو اور خواہ ذہنی ہو، خواہ خارجی۔ پھر فرماتے ہیں اور خواہ ظاہری ہو، عرضی ہو خواہ ظاہری ہو اور خواہ باطنی، جو دکھائی دینے والا ہو وہ ہو یا وہ جو مخفی ہے مثلاً ایک انسان کی خوبیاں بسا اوقات اس میں مخفی ہوتی ہیں جب تک وہ جلوہ نہ دکھائیں اس کی خوبیوں کا پتہ نہیں چلتا اور صورت بالعموم ظاہر و باہر ہوتی ہے اور وہ دکھائی دے دیتی ہے۔ اس صورت میں خواہ یہ کیفیت ہو یا دوسری "خواہ ذہنی ہو خواہ خارجی" خواہ ذہن کے اندر کوئی نور پیدا ہوا ہے جس کا ظاہر سے تعلق نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی کوئی صفت ذہن پر روشن ہوئی ہے، کوئی عرفان کا نکتہ ہاتھ آیا ہے۔ یہ نور کے لمحات ہیں جو ذہن کو میسر آتے ہیں۔ اور ایک ظاہری طور پر خدا کی جلوہ گری کو کسی چیز میں دیکھتا ہے وہ بھی نور ہے۔ تو فرمایا جو بھی مختلف شکلیں نور کی تم سوچ سکتے ہو وہ تمام تر شکلیں "اسی کے فیض کا عطیہ" ہیں۔ یہ ہے مطلب "اللہ نور السماوات والارض" کا کہ کوئی بھی فیض ایسا نہیں جو کائنات میں ظاہر ہو یا مخفی ہو۔ اس صورت میں یا اس صورت میں جو خدا سے فیض یافتہ نہ ہو۔ پس ان معنوں میں "اللہ نور السماوات" کا مطلب یہ بنے گا کہ ہر مخلوق خدا تعالیٰ سے فیض یافتہ ہے۔ اگر خدا کا فیض اس سے تعلق توڑے تو وہ کالعدم ہو جائے گی بلکہ عدم ہو جائے گی۔ کوئی وجود، وجود رہ ہی نہیں سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا فیض اس پر جلوہ گری نہ کرے۔ یہ عام معنی ہے جس کا رحمانیت سے تعلق ہے اور جانداروں، بے جانوں، کائنات کا ذرہ ذرہ جو نظر آتا ہے یا نہیں آتا ان سب کا صفت رحمانیت سے تعلق ہے اور رحمانیت ان میں جلوہ گر ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تشریح کے بعد فرماتے ہیں "یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رب العالمین کا فیض عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی اس فیض سے خالی نہیں۔ وہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی کی ہستی حقیقی تمام عالم کی قیوم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہی وہی ہے"۔ یعنی تمام کائنات کا قیوم اس کو سہارا دینے والا ہے اور ہر نیچے اور اوپر کی پناہ ہی وہی ہے۔ اس کو پناہ ملتی ہے تو خدا کی طاقت میں ملتی ہے۔ یہ تعریف ہے "اللہ نور السماوات والارض" کی۔ پھر فرمایا "جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانہ عدم سے باہر نکالا" یعنی نور کیوں کہا گیا ہے۔ عدم کو ظلمت خانہ قرار دیا ہے۔ عدم، وجود کے مقابل پر ایک ظلمت خانہ ہے۔ اور عدم سے جب وجود ابھرتا ہے تو گویا نور ابھرتا ہے اور عدم سے وجود میں اچھالنے والی ذات اللہ کی ذات ہے۔ پس اس پہلو سے ہر چیز کا نور اللہ تعالیٰ ہے۔ "جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانہ عدم سے باہر نکالا اور خلعت وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے جو فی حد ذاتہ واجب اور قدیم ہو"۔ یہ تعریف ہے اللہ کے نور السماوات والارض ہونے کی۔ کیونکہ السماوات والارض فی ذاتہ ہیں نہ واجب ہیں یعنی اپنی ذات میں ہمیشہ کے لئے قائم رہ سکتی ہیں نہ ہمیشہ سے ہیں۔ پس یہ خدا کا نور نہیں ہیں بلکہ خدا کے نور کے مظہر ہیں۔ یہ نتیجہ آخر پر نکلتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخر پر یہ فقرہ زائد کرنا ایک بہت ہی اہم مسئلے کو حل کر گیا ہے جسے ہزار ہا سال سے فلسفی حل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ نور ہے تو پھر جو چیز اس کا مظہر ہے وہ خدا ہی ہوئی۔ اگر اس کے سوا کچھ نہیں تو ہم بھی خدا، یہ بھیڑ بکریاں، یہ پتے، یہ روشنی کی قسمیں، یہ کرہ ہائے ارض و سماوات یہ تمام کے تمام اللہ ہی ہیں۔ وہ حد فاصل کیا ہے۔ اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں ظاہر فرمایا ہے کہ یہ سارے جو اللہ کا نور کہلاتے ہیں ان میں اور اللہ میں یہ فرق ہے کہ یہ نور صرف خدا کے نور کے حجاب ہیں۔ فی ذاتہ ان میں نہ ہمیشہ سے ہونے کی صفت پائی جاتی ہے نہ ان میں سے کوئی چیز اپنی ذات میں قائم رہ سکتی ہے۔ خدا اپنی تکوین کی تجلی جب کسی چیز سے اٹھائے وہ عدم ہو جائے گی اور خدا عدم ہو نہیں سکتا۔ ان سب چیزوں کا ایک آغاز ہے اور خدا کا آغاز کوئی نہیں۔ تو یہ حد فاصل آپ نے قائم فرما دی جس کے نتیجے میں یہ توہمات اٹھ گئے کہ یہ گویا خدا ہی ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حد ذاتہ واجب اور قدیم ہو یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں"۔ کوئی بھی ایسا وجود کا تصور نہیں ہو سکتا جو خدا کے فیض کے بغیر اپنی ذات میں قائم رہ سکتا ہو۔ "یہی فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر ایک چیز پر احاطہ کر رکھا ہے"۔ کوئی بھی وجود جس کا آپ تصور کر سکتے ہیں اس دائرے سے باہر نہیں جا سکتا۔ خدا کے فیضان کے دائرے کے اندر رہے گا۔ "جس کے فائز ہونے کے لئے کوئی قابلیت کی شرط نہیں"۔ یعنی اس کے لئے کسی قسم کی ذاتی قابلیت کی کوئی شرط نہیں ہے۔ بری چیز کا تصور کر لیں، اچھی چیز کا تصور کر لیں جو کچھ بھی ہے وہ خدا کے نور سے فیض یافتہ ہے یعنی جب تک جس حالت میں ہے خدا کے فیصلے کی محتاج اور اسی کی طاقت کی محتاج ہے۔ یہ سمجھنے سے شیطان کا وہ سوال بھی سمجھ آجاتا ہے کہ مجھے قیامت تک مہلت دے۔ شیطان کو اتنا عرفان تو تھا کہ خدا کے سہارے کے بغیر اگر وہ مجھے اجازت نہ دے تو میں ایک لمحہ بھی ان بری کارروائیوں کو بھی نہیں کر سکتا جن میں میں ملوث ہونا چاہتا ہوں۔ پس قیامت تک شیطان بھی، اللہ نے اس کو مہلت دی ہے تو وہ کام کرتا ہے ورنہ یہ کام بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تو اس سے وہ تعلق سمجھ آ گیا جو نیک و بد کا تعلق ہے اور خدا کی ذات میں یہ تعلق کہاں کیسے قائم ہوتے ہیں۔ اللہ نیکی چاہتا ہے مگر

جب کوئی بد بنتا ہے تو ایک فیصلہ کرتا ہے کہ میں نیکی نہیں چاہتا میں بدی چاہتا ہوں۔ اللہ جن چیزوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ چاہیں تو نیک رہنے کا فیصلہ کریں، چاہیں تو بد رہنے کا فیصلہ کریں وہ نیک اور بد کی تمیز بھی رکھتی ہیں اور نیک اور بد ہونے کی طاقت بھی رکھتی ہیں۔ لیکن چونکہ خدا کے بغیر نہ ان کی بد حالت قائم رہ سکتی ہے نہ نیک حالت اس لئے نور کا ایک تعلق دونوں سے بن جاتا ہے۔ بذات خود خدا سے بدی نہیں پھوٹ سکتی مگر بدی کو مجال نہیں کہ خدا کی اجازت کے بغیر قائم رہ سکے۔ پس اجازت کا ہونا نیک و بد کی تقدیر کا حل ہے اور اس کو آپ سمجھ جائیں تو پتہ لگے گا کہ خدا سے شر نہیں پھوٹتا مگر خدا کی اجازت کے بغیر شر رہ بھی نہیں سکتا۔ اور چونکہ اجازت سے رہ سکتا ہے اور رہنے اور شر کو رکھنے والا اس فیصلے میں مختار ہے کہ شر کو اختیار کرے یا نیکی کو اختیار کرے اس لئے جزاء سزا کا حکم جاری ہو جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس مکالمہ کو محفوظ کر کے ہمیشہ کے لئے ہمارے سامنے یہ مسئلہ کھول دیا کہ شیطان بھی میری اجازت کے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔ میں نے اجازت دی اور یہ بھی کہا کہ اپنے بندوں کو بھی اجازت دیتا ہوں کہ چاہیں تو تیری پیروی کریں، چاہیں تو میری پیروی کریں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے عام ہونے کا ایک حیرت انگیز نظارہ ہے۔ شیطان کو اجازت دے کر بندوں کو یہ نہیں کہا کہ تمہیں بالکل اجازت ہی نہیں ہے۔ تم اس کی طرف جاہی نہیں سکتے۔ تو اجازت دی وہ واپس لے لیتا دوسرے ہاتھ سے۔ فرمایا تم فکر نہ کرو تم جو زور لگانا ہے لگاؤ۔ اپنے پیادے چڑھالاؤ، اپنے گھوڑے دوڑالاؤ۔ تمام تر طاقتیں استعمال کرو۔ دائیں سے بھی آؤ بائیں سے بھی آؤ۔ جہاں سے تم نظر نہیں آتے وہاں سے بھی حملہ آور ہو۔ اجازت ہے کہ جو چاہے تمہارے پیچھے چلے، جو چاہے میرے پیچھے آئے۔ مگر جو میرے خالص بندے ہیں وہ کبھی تیرے پیچھے نہیں لگیں گے اجازت کے باوجود تیرا ان پر غلبہ نہیں ہوگا۔ یہ تقدیر خیر و شر ہے جو قرآن کریم نے اس ازلی نکتے کے حوالے سے بیان فرمائی ہے۔

اللہ کے نور کا مظہر کامل اگر دنیا میں کوئی ظاہر ہوا یا مخلوقات میں کوئی بھی نور بن کے چمکا تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہر چیز جس کا بھی آپ تصور کر سکتے ہیں وہ نور ہی پر مبنی ہے تو مطلب ہے فیض یافتہ ان معنوں میں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی بد حالت بھی قائم نہیں رہ سکتی، کوئی اندھیرا قائم نہیں رہ سکتا، کوئی گڑھا قائم نہیں رہ سکتا، کوئی نقصان کا موقع پیدا ہو نہیں سکتا مگر ایک اجازت عام ہے جس کے تحت یہ واقعات اور حادثات رونما ہوتے ہیں لیکن اس کے علاوہ ایک فیض خاص بھی ہے اور اس آیت کے پہلے ٹکڑے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فیض خاص کی بات شروع ہو گئی ہے۔ اب اس کی تفصیل کیا ہے اسے ایک تمثیل کی صورت میں ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"لیکن بمقابلہ اس کے ایک خاص فیضان بھی ہے جو مشروط بشرائط ہے اور انہی افرد خاصہ پر فائض ہوتا ہے جن میں اسکے قبول کرنے کی قابلیت واستعداد موجود ہے"۔ یہ جو فیض عام تھا جیسا کہ میں نے دکھا دیا آپ کو اس میں نیک و بد، خدا کے بندے مخلص جو خدا کے ہو چکے ہیں وہ بھی شامل ہیں اور بد بھی شامل ہیں اور اس فیض عام کی مثال ایسی بارش کی طرح ہے جو نیک و بد سب پر برابر اترتی ہے۔ وہ نعمتیں دنیا کی جس سے بسا اوقات بد زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور نیک کم فائدہ اٹھاتے دکھائی دیتے ہیں یہ اللہ کا نور ہی تو ہے، یہ ساری نعمتیں۔ پس جب بد قومیں بھی زندہ ہیں اور بعض دفعہ طاقت ور ہو جاتی ہیں بعض دفعہ انہیں عارضی غلبہ نیک قوموں پر بھی نصیب ہو جاتا ہے تو صاف دکھائی دے دیتا ہے کہ ان کی یہ طاقت، ان کا عیش و عشرت، ان کا خدا کے انعامات سے فیض پانا اس رحمت عامہ کے نتیجہ میں ہے اور یہ اعتراض نہیں اٹھتا کہ گویا بدی کا خدا سے تعلق ہے۔ بدی اس کے اذن اور اس کی رحمت سے بعض دفعہ اسی طرح فائدہ اٹھاتی ہے جس طرح نیکی فائدہ اٹھاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس مضمون کو دوسری جگہ یوں کھول دیا ہے کہ میں نے اچھی چیزیں جتنی بھی تھیں یہ دنیا میں تو نیک و بد دونوں کے استفادے کے لئے پیدا کی ہیں۔ نیکوں کے لئے پیدا کیں مگر بد بھی فائدہ اٹھائیں گے لیکن مرنے کے بعد یہ چیزیں ان کے لئے مخصوص ہو جائیں گی جو میرے بندے بن کر، میرے بندے بننے کی حالت میں وفات پائیں۔ وہاں نیک کے لئے خاص ہونگی بد ان سے محروم رہ جائیں گے۔ یہ وہ افاضہ خاص ہے یہ وہ خاص رحمت ہے جو ان بندوں پر نازل ہوتی ہے جو شیطان کے اثر کو قبول نہیں کرتے اور ان کے اس رحمت کے مستحق بننے کے لئے کچھ شرطیں مقرر ہیں، کچھ ایسے اعمال ان سے وابستہ ہیں جن کے نتیجے میں پھر یہ فیض خاص اترتا ہے ورنہ نہیں اترتا۔ نور کی اس قسم کو اللہ تعالیٰ نے اس مثال میں ظاہر کیا جس میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو نور کی مثال بنا کے دکھایا یعنی یہ رحمت خاص جو خدا کے خاص، مخصوص بندوں پر نازل ہوتی ہے یہ جب عروج کرتی ہے اور اپنے ارتقاء کو پہنچ جاتی ہے جب یہ معراج کی حالت تک پہنچ جاتی ہے اس وقت محمدؐ رسول اللہ کا نور چمک اٹھتا ہے اور وہی نور ہے جو اس حالت کی آخری ترقی کا نام ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"...... افراد خاصہ پر فائض ہوتا ہے جن میں اسکے قبول کرنے کی قابلیت و استعداد موجود ہے یعنی نفوس کاملہ انبیاء علیہم السلام پر جن میں سے افضل و اعلیٰ ذات جامع البرکات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے"۔

پس خدا کے بندوں میں سے وہ طبقہ خاص جسے انبیاء کہا جاتا ہے وہ بطور خاص اس نور کے محل بن جاتے ہیں اس کے مورد ہو جاتے ہیں اور ان میں سب سے اوپر اور بالا مقام محمدیت کا مقام ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فائز ہوئے۔

جس طرح مادی دنیا میں نور اعلیٰ نظر کا محتاج ہے اسی طرح روحانی دنیا میں بھی نظر کے صیقل ہونے سے مسائل آسان ہو جاتے ہیں

میں کوشش تو کر رہا ہوں آپ کو سمجھانے کی مگر کئی خطوں سے پتہ چلتا ہے کہ بعض لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ کئی خطوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے مدتوں کے الجھے ہوئے مسئلے حل ہو گئے اس لئے میں مضمون پر بے شک اور بھی کہتا چلا جاؤں اور جو عجیب لطف کی بات ہے جس کا اس مضمون سے تعلق ہے وہ یہ ہے کہ ان خطوں میں تعلیم کا فرق مظہر نہیں ہے تعلیم کوئی شرط نہیں ہے۔ بعض بڑے بڑے تعلیم یافتہ لکھتے ہیں کہ کچھ نہیں پلے پڑا، کچھ سمجھ نہیں آئی۔ بعض بالکل ان پڑھ جو صرف لکھنا پڑھنا جانتے ہیں وہ حیرت انگیز طور پر سمجھتے بھی ہیں اور پھر تبصرہ ایسا کرتے ہیں جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کا دل روشن ہوا تھا تو یہ تبصرہ ہوا ہے اور اس سے اس مضمون کا تعلق ہے جو اب میں بیان کرنے لگا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو مخلوقات میں نور کامل تھے، تعلیم میں بالکل سب سے نیچے تھے بظاہر، ایک ایسی قوم میں جن کو پڑھنے لکھنے کا شوق ہی نہیں تھا اس قوم میں ایک بظاہر ان پڑھ کی صورت میں پیدا ہوئے اور اس کے باوجود اتنی ترقی کی کہ نور کامل کا مخلوق میں مظہر بن گئے۔ اللہ کے نور کا مظہر کامل اگر دنیا میں کوئی ظاہر ہوا یا مخلوقات میں کوئی بھی نور بن کے چمکا تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ پس ان باتوں کو جو لوگ عالمانہ باتیں کہتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اہل علم کی مجلس میں گفتگو ہونی چاہئے ان کو میں سمجھاتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتوں کا تمام بنی نوع انسان سے تعلق ہے اور کوئی یہ عذر نہیں رکھ سکتا کہ میں تعلیم یافتہ نہیں تھا میں اس لئے سمجھ نہیں سکا کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو کس نے تعلیم دی تھی۔ یہ نور تقویٰ ہے جو روشنی عطا کرتا ہے، جو علم سکھاتا ہے، جو عرفان کو بڑھاتا ہے۔ پس اگر کچھ دقت ہے تو اپنی نظر کی فکر کریں کیونکہ آسمان سے جو نور اترتا ہے اگر بصیرت تیز نہ ہو تو وہ دھندلا بھی دکھائی دے دیتا ہے اس کا تعلیم سے کوئی تعلق نہیں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں چونکہ زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں اس لئے دن کے وقت مجھ سے چلنا مشکل ہے، مجھے روشنی نظر نہیں آتی، میری بہت معمولی تعلیم ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ میری تعلیم بہت ہے اس لئے اندھیرے میں میں صاف چلتا ہوں۔ اس کا نور بصیرت سے تعلق ہے جس طرح مادی دنیا میں نور اعلیٰ نظر کا محتاج ہے اس طرح روحانی دنیا میں بھی نظر کے صیقل ہونے سے مسائل آسان ہو جاتے ہیں۔ پس نظر کی فکر کرنی چاہئے یعنی ان معنوں میں کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نور بصیرت کو تیز کرے اور وہ چیزیں جو واقعتہً بعض مراحل پر مشکل ہو جاتی ہیں مثلاً دور سے بعض باریک چیزیں عام نظر کو دکھائی نہیں دیتیں تو اس پہلو سے بعض مضامین مشکل بھی ہوتے ہیں کہ باریک باتوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے لئے باریک نظر کی ضرورت ہے لیکن وہ باریک نظر کی صلاحیت خدا نے سب کو عطا کی ہے اور اسے اجاگر کرنے کے لئے تقویٰ کی عینکوں کی ضرورت ہے۔ اعلیٰ درجہ کی تقویٰ کی عینک لگائیں تو باریک سے باریک چیز موٹی ہو کر آپ کی نظر کے سامنے ابھر آئے گی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لئے یہ باتیں دکھائی دے رہی ہیں کہ اس دور میں آپ سے بڑھ کر متقی کوئی نہیں تھا اور آپ کی آنکھ سے ہم بھی تو دیکھ سکتے ہیں کسی حد تک، اگر پوری طرح نہیں تو کچھ نہ کچھ شعور ان نظاروں کا ہم کر سکتے ہیں۔ جو

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

مسیح موعود علیہ السلام نے کئے۔ اسی لئے ان باتوں کو سمجھا کر، آپ کے لئے نسبتاً آسان بنا کر میں سامنے رکھ رہا ہوں اور امید رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہم سب کی وہ نظر تیز کرے جو الٰہی نور دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہو جب خدا اسے دکھائے کیونکہ بذات خود الٰہی نور کو دیکھنے کی کوئی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اللہ کا نور جیسا محمدؐ رسول اللہ کے دل میں جلوہ گر تمام دیکھنے والوں کو دکھائی دے سکتا تھا اور دنیا میں کسی وجود میں یہ صلاحیت ہی نہیں تھی کہ اس طرح شفاف طور پر ایک ادنیٰ سا بھی میل ڈالے بغیر بعینہ جیسا حاصل کیا تھا اسی صورت میں وہ روشن کر کے دنیا کو دکھا دے

فرماتے ہیں "چونکہ وہ فیضان ایک نہایت باریک صداقت ہے" اب دیکھ لیجئے وہی مضمون ہے جو میں نے ابھی آپ کے سامنے رکھا تھا۔ "چونکہ وہ فیضان ایک نہایت باریک صداقت ہے اور دقائق حکمیہ میں سے ایک دقیق مسئلہ ہے" کیونکہ یہ فیضان مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں جس کی میں بات کرنے لگا ہوں یہ ایک بہت باریک صداقت ہے اور وہ دلائل جو حکمتوں سے تعلق رکھنے والے مسائل ہیں جو میں آپ کے سامنے کھولنے لگا ہوں فرماتے ہیں " اس لئے خداوند تعالیٰ نے اول فیضان عام کو (جو بدیہی الظہور ہے) بیان کر کے پھر اس فیضان خاص کو جو بغرض اظہار کیفیت نور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثال میں بیان فرمایا ہے"۔

فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ مسئلہ آسان فرما دیا۔ پہلے نور عام کی بات کی جسے ہر کس و ناکس سمجھ سکتا تھا "اللہ نور السماوات والارض" اس پر غور کرو تو واقعتاً ہر آدمی کو سمجھ آجائے گی کہ خدا کے منشاء اور اس کے ارادے کے بغیر کوئی چیز نہ بن سکتی ہے نہ قائم رہ سکتی ہے۔ اس وقت تک رہے گی جب تک خدا چاہے گا اور اس کی تمام صفات مبنی ہیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کیا صفات رکھی ہوئی ہیں۔ جب تک ان صفات کی حفاظت فرماتا ہے اللہ یا اس کا قانون اس وقت تک وہ رہتی ہیں۔ جب وہ حفاظت کا ہاتھ اٹھ جاتا ہے تو ضائع ہونی شروع ہو جاتی ہیں جب تک خدا کی تقدیر کے ڈیزائن میں کسی کے نور کے قائم رہنے کی مدت چلتی ہے اس وقت تک وہ چلے گی اس کے بعد جواب دے جائے گی۔ انسان کے ڈیزائن میں اللہ کے نور کا دخل ہے اس کے بغیر انسان کی تصویر، اس کی تشکیل ہو ہی نہیں سکتی تھی اس ڈیزائن میں اللہ تعالیٰ نے یہ رکھا ہے کہ ایک وقت تک میں اسے بڑھاتا چلا جاؤں گا اس کی تمام صلاحیتیں چمکتی جائیں گی اور زیادہ طاقتور ہوتی چلی جائیں گی پھر ایک وقت آئے گا کہ وہ ڈھلنے لگیں گی اور جس طرح دن ڈھل جاتا ہے سورج غروب ہونے لگتا ہے اسی طرح وہ انسان واپس اپنی حالت کو لوٹنا شروع ہو جائے گا اسی کو بڑھاپا کہتے ہیں۔ ایسا بڑھاپا جو تمام صلاحیتوں پر قابض ہو جائے اس کو ارذل العمر کہا جاتا ہے تو صلاحیتیں آتی ہیں، مٹتی ہیں مگر نور خدا نہیں مٹتا اس لئے یہ صلاحیتیں نور خدا کہلانے کے باوجود نور خدا نہیں ہیں یعنی نور کا پرتو تو ہیں لیکن خود اپنی ذات میں نور نہیں ہیں۔ اور جہاں تک اللہ کے نور کی کیفیت کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں وہ صرف ایک مثال کی صورت میں دیا جا سکتا تھا کیونکہ خدا کے نور کی کنہہ، اس کی حقیقت، اس کا فیض انسان کسی صورت پا ہی نہیں سکتا۔ اس کا فیض تو پا سکتا ہے اس کا عرفان، حقیقی عرفان اس کا ادراک حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ انسان کی صلاحیتوں سے بالا بات ہے۔

پس تمثیلات دے کر ہمیں سمجھاتا ہے اور سب سے اچھی مثال، سب سے پیاری، سب سے پاکیزہ، سب سے زیادہ صادق آنے والی مثال جو خدا کو نظر آئی وہ محمدؐ رسول اللہ تھے اور محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ تو فرماتا ہے "مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح" "بطور مثال اس لئے بیان کیا"۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "کہ تا اس دقیقہ نازک کے سمجھنے میں ابہام اور دقت باقی نہ رہے" اگر خدا تعالیٰ محمدؐ رسول اللہ کی مثال دے کر اپنے نور کو نہ سمجھاتا تو یہ اتنا باریک نکتہ تھا کہ کسی انسان کے بس میں اس کا سمجھنا نہیں تھا اس لئے محمدؐ رسول اللہ کی مثال کے حوالے سے ان باریک تر معارف کو ہم پر کھولنے کا ایک رستہ پیدا فرما دیا۔

"کیونکہ معانی معقولہ کو صور محسوسہ میں بیان کرنے سے ہر ایک غبی و بلید بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے" اس لئے ایسا کیا گیا کہ اگر معقولات کی دنیا کو تصویری زبان میں پیش کر دیا جائے اور بنا کر Demonstrate کر کے دکھایا جائے تو ایک غبی، موٹی عقل والا اور معمولی فہم والا انسان بھی ان لطائف کو سمجھ سکتا ہے جو اس مثال کی مدد کے بغیر سمجھ نہیں آ سکتے تھے۔ پس اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے۔ "بقیہ ترجمہ آیات ممدوحہ یہ ہے اس نور کی مثال (فرد کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق یعنی سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم" یہ جو فرمایا ہے کہ مثل نورہ کمشکوٰۃ" مشکوٰۃ کہتے ہیں طاق کو تو آپ نے فرمایا طاق سے کیا مراد ہے محمدؐ رسول اللہ کی مثال میں ان کے کیا معنے ہیں، فرماتے ہیں، حضرت اقدس محمدؐ رسول اللہ کا کھلا سینہ، وہ سینہ جو کائنات کی وسعتوں کو سمیٹنے کے لئے کھل چکا تھا اور ایسا وسعت پذیر تھا کہ اللہ کے نو کی وسعتیں اس سینے میں معرفت بن کے اتر سکتی تھیں اور اترتی تھیں اس کو مشکوٰۃ فرمایا ہے۔ مشروح لفظ میں یہ حکمت بیان ہوئی ہے کہ کیوں محمدؐ رسول اللہ کا سینہ چنا گیا کیونکہ اس میں وسعتیں بہت تھیں۔

"اور طاق میں ایک چراغ" اور طاق کے اندر یعنی اس سینے میں ایک چراغ ہے وہ کیا ہے فرمایا وہ وحی ہے۔ اللہ کی وحی جو نازل ہوتی ہے وہ چراغ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے محمدؐ رسول اللہ کے نور کو اپنے نور کی مثال کے طور پر محمدؐ رسول اللہ کے سینے میں روشن دکھایا ہے۔ "اور چراغ ایک شیشے کی قندیل میں جو نہایت مصفیٰ ہے" چراغ کہاں ہے ایک شیشے کے لیمپ میں۔ قندیل شمع کو کہتے ہیں جس میں اردگرد شیشے کا گلاس ہو تو فرمایا ایک شیشے کی قندیل میں ہے جو نہایت مصفیٰ ہے وہ ایسا صاف ہے کہ اس روشنی کو اپنے سے گزارتے ہوئے گدلا نہیں کرتا بلکہ وہ پوری طرح مصفیٰ حالت میں چمکتی ہوئی ہر طرف پھیلتی ہے۔

پس محمدؐ رسول اللہ کا دل اس لئے لازم تھا کہ اللہ کا نور جیسا محمدؐ رسول اللہ کے دل میں جلوہ گر تمام دیکھنے والوں کو دکھائی دے سکتا تھا اور دنیا میں کسی وجود میں یہ صلاحیت ہی نہیں تھی کہ اس طرح شفاف طور پر ایک ادنیٰ سی بھی میل ڈالے بغیر بعینہ جیسا حاصل کیا تھا اسی صورت میں وہ روشن کر کے دنیا کو دکھا دے۔ یہ بنیادی صفت تھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دل کی جس کی وجہ سے آپ کو نور کی قندیل بنایا گیا۔ فرماتے ہیں:-

محمدؐ رسول اللہ کا وجود اپنے روحانی خصائل کے لحاظ سے شرق اور غرب کی کوئی تمیز نہیں کرتا۔ کسی ایک کے لئے آپ کے دل میں کوئی تعصب نہیں پایا جاتا۔ سب کے لئے برابر فیض رساں ہیں

"یعنی نہایت پاک اور مقدس دل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشہ سفید اور صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے منزہ اور مطہر ہے"۔ یعنی ایسے صاف شیشے کی طرح جس میں ادنیٰ سی بھی میل نہ ہو، ہر چیز سے پاک کر دیا گیا ہے، ہر کدورت سے صاف ہے اور مطہر ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے پاکیزگی عطا فرمائی گئی ہے۔ "اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے" اب آپ یہ دیکھیں کہ کیسی عظیم الشان تفسیر ہے دل کے پاک اور صاف، کدورتوں سے پاک ہونے کی۔ فرماتے ہیں اللہ کے سوا ہر دوسرے تعلق کی میل سے پاک ہے اور وحی الٰہی اگر ایسے دل سے جلوہ گر ہو جس میں دنیا کا کوئی بھی میلان ہو تو اسی حد تک وحی الٰہی کا انعکاس مکدر ہو جائے گا۔ پس جس کو ہم شیشوں کے داغ کہتے ہیں وہ خدا کے سوا دنیا کے تعلقات کے داغ ہیں جو انسان کو خود وحی الٰہی سمجھنے سے بھی محروم کر دیتے ہیں۔ کسی حد تک اس کا انعکاس جو ہوتا ہے وہ ان رشتوں کے حوالے سے بھی ہونے لگتا ہے جو اس کے دل کے خدا کے علاوہ رشتے ہیں۔

تو جب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں بے داغ، کدورت سے پاک تو یہ فرضی باتیں نہیں ہیں کہ فرضی تعریف ہو رہی ہے۔ لفاظی نہیں ہے ایسی گہری حقیقتیں ہیں کہ ان میں اتر کر جب آپ منشاء مبارک کو سمجھیں تو پھر سمجھ آتی ہے کہ نور کیا تھا اور کیا ہے اور کن معنوں میں اسے نور قرار دیا گیا ہے پس وہ قلب صافی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو ایک قندیل کے طور پر نور اللہ کے لئے بنایا گیا یعنی اس پر وحی نازل ہوا اور اس وحی کی چمک ہر کثافت سے پاک ہو کر تمام دنیا کو روشن کر دے یہ وہ نور کی مثال ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے پیش کی گئی ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

"اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں" یعنی دنیا کی بات کرتے ہوئے "کوکب دری" کہہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کو دنیا سے بلند کر دیا ہے کہ سطح سے بالا ستاروں کے جھرمٹ میں داخل فرمایا ہے اور اس ستارے کی مثال دی ہے جو سب سے زیادہ روشن ہے اور وہ بھی اللہ ہی کے نور سے چمکتا ہے تو ارضی ہوتے ہوئے سماوی ہو جانا یہ اس دل کا ایک خاصہ تھا جسے "کوکب دری" نے ظاہر فرما دیا۔

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

"یعنی حضرت خاتم الانبیاءؐ کا دل ایسا صاف کہ کوکب دری کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے وہ چراغ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے یعنی زیتون کے روغن سے روشن کیا گیا ہے"۔

اب یہ بھی ایک مسئلہ ہے جس پہ لوگ غور کرتے ہیں پھر ہار کے چھوڑ دیتے ہیں کہ زیتون کے روغن سے کیا مراد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ نے جو انکشاف فرمایا وہ یہ ہے "شجرہ مبارکہ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت وکمال انواع واقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت ومکان وزمان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علی سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا"۔ یہ فرمانا اس غرض سے ہے کہ جتنے بھی خدا تعالیٰ نے شجر بنائے ہیں انسان کے فائدے کے لئے، آپ فرماتے ہیں کہ زیتون کا شجر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صفات کی مثال بننے کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کیونکہ یہ وہ شجر ہے جو شرق وغرب میں برابر پایا جاتا ہے اور جس کے اندر سے نہایت ہی صافی تیل نکلتا ہے۔ ایسا صاف تیل کسی اور درخت کے پھل میں سے نہیں نکلتا جیسا صاف اور پاکیزہ اور مفید تیل زیتون کے درخت سے نکلتا ہے۔

> اپنے دل کو ان کثافتوں سے پاک کریں جو دنیاوی آلائشوں کی کثافتیں ہیں کیونکہ جب آپ صاف کریں گے تو پھر وہ فطرت میں جو نور ہے وہ بھی دکھائی دینے لگے گا، وہ بھی جولانی دکھائے گا اور وہ نور جو آسمان سے اترا کرتا ہے اسے قبول کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہوگی

پس شجرہ طیبہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وجود مراد ہے اور اس شجرہ طیبہ کی مثال زیتون سے دی گئی ہے۔ زیتون کے تیل کے اور جو فوائد ہوں یہ پاک تیل جب جلتا ہے تو کم سے کم دھواں پیدا ہوتا ہے اس سے بلکہ شاید دھواں نہ ہی پیدا ہوتا ہو۔ میرے علم میں ظاہری تیل کی تفصیلات تو معلوم نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مثال اس سے بہتر دی نہیں جا سکتی تھی اس لئے اسی پر اکتفاء ہے مگر کن معنوں میں یہ تیل محمدؐ رسول اللہ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی تشریح خود قرآن نے کر دی اور اس پہلو سے زیتون کا درخت بھی نیچے گرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ پس مثال کے لئے ضروری نہیں کہ جس کی مثال ہو اس پر بعینہٖ چسپاں ہو۔ اللہ کے نور کی مثال دی گئی ہے مگر حضرت محمدؐ رسول اللہ عین اللہ تو نہیں ہیں اس لئے مثال کے وقت یہ جو کمزوریوں کا فرق ہے یہ ایک مجبوری ہے مثال کے وقت قریب ترین چیز ڈھونڈی جاتی ہے۔ پس نور الٰہی کے لحاظ سے قریب ترین چیز محمدؐ رسول اللہ تھے۔ محمدؐ رسول کے وجود کی مثال کے لئے قریب ترین چیز شجرہ مبارکہ زیتون ہے جس کا تیل نہایت شفاف ہے اور بیماریوں سے پاک ہے اور کم سے کم کثافت رکھتا ہے۔

اس مضمون کو طبی نقطہ نگاہ سے آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ جتنے بھی Fats ہیں جن میں کھانے پکتے ہیں، جتنے بھی روغنیات ہیں جن سے کھانے پکتے ہیں ان میں تمام دنیا بھر کے سائنس دانوں نے تحقیق کے بعد یہ اتفاق کیا ہے کہ زیتون کا تیل کھانے والوں کو کم سے کم دل کا حملہ ہوتا ہے اور کسی اور روغن سے دل اتنا محفوظ نہیں جتنا اس روغن سے محفوظ ہوتا ہے۔ پس وہ علاقے جہاں زیتون کا تیل کھایا جاتا ہے اور خوب کھایا جاتا ہے ان میں کم سے کم دل کے حملے کی واردات ہوتی ہیں۔ تو کثافت کے نقطہ نگاہ سے روغن چاہے کوئی بھی ہو ایک کثافت اپنے اندر رکھتا ہے جو دل پر اثر انداز ہوتی ہے اور وہ کثافت نالیوں میں بیٹھتی ہے اور اس کے نتیجے میں دل غرق ہو جاتے ہیں، دل ڈوب جاتے ہیں تو زیتون میں آپ دیکھ لیں وہ کثافت کم سے کم ہے۔

لیکن روحانی معنوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کو یوں بیان فرمایا جو آگے ذکر آئے گا میں وہاں بتاؤں گا پھر۔ اب واپس اس عبارت پہ چلتے ہیں جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میں آپ کے سامنے پڑھ رہا تھا۔ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے وہ روشن کیا گیا ہے "شجرہ مبارکہ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے کہ بوجہ نہایت جامعیت وکمال انواع واقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت ومکان وزمان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علی سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے، کبھی منقطع نہیں ہوگا اور شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی"۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وجود کے متعلق فرمایا ہے کہ نہ یہ شرقی ہے نہ غربی ہے اس کا تعلق کل عالم سے ہے۔ یعنی جس طرح زیتون ایک عالمی فیض کا درخت ہے جس کے تیل سے شرق وغرب برابر استفادہ کرتے ہیں محمدؐ رسول اللہ کا وجود اپنے روحانی خصائل کے لحاظ سے شرق وغرب کی کوئی تمیز نہیں کرتا کسی ایک کے لئے آپ کے دل میں کوئی تعصب نہیں پایا جاتا، سب کے لئے برابر فیض رساں ہیں۔

پھر فرماتے ہیں "یعنی طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط بلکہ نہایت توسط واعتدال پر واقع ہے" دوسرا معنی اس کا یہ ہے کہ شرق وغرب نہیں یعنی نہ ایک طرف رجحان نہ دوسری طرف یعنی وسط میں واقع ہیں۔ نہ شرقی نہ غربی کا مطلب ہے پنڈولم کے دو کناروں کی طرح یہ نہیں کہ آپ کسی ایک کنارے پر واقع ہوں یا ایک یا دوسرے پر بلکہ وسط میں جہاں قرار ملتا ہے پنڈولم کو جو ایک دائمی حالت ہے اور وہ شرق وغرب کی حرکتوں کی عین بیچ میں واقع ہے جو دونوں کے لئے یکساں اور سانجھا ہے اس مرتبہ وسط پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پیدا فرمایا گیا۔ اس لئے تمام انسانی صلاحیتوں کے نقطہ نگاہ سے بھی آپ وسط میں واقع ہیں۔ تمام انسانی تعلقات کے نقطے سے بھی آپ وسط میں واقع ہیں اپنی تعلیمات کے لحاظ سے بھی آپ وسط میں واقع ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تعلیمات مشرق کے لئے تو موزوں ہیں مغرب کے لئے نہیں یا مغرب کے لئے تو موزوں ہیں مشرق کے لئے نہیں۔ اس لئے وسطی ہونا آپ کے اعتدال، عدل اور انصاف کا بھی مظہر ہے اور آپ کے بہترین ہونے کا بھی۔

اسی لئے اوسط کا لفظ عربی میں اعلیٰ اور ارفع کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جو سب سے بیچ میں ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ پس اس لحاظ سے آپ کا وجود شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ آپ کی ان صفات سے تعلق رکھتا ہے جو عالمی نوعیت کی ہیں جن صفات کی بناء پر آپ ہی ہیں جو اس بات کے حق دار تھے کہ کل عالم کے لئے خدا کے نور کا نمونہ بن کر اتریں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "اور احسن تقویم پر مخلوق ہے" احسن تقویم کی ایک عظیم الشان تعریف بھی یہ آپ نے فرمادی۔ جو سورہ التین کی ایک آیت میں محاورہ ملتا ہے "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" ہم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تفسیر کی روشنی میں کہ تمام صفات کو معتدل بنا دیا ہے۔ ہم نے انسان کو اس حال پر پیدا کیا ہے کہ کسی جانور کی طرح کوئی ایک ہی حد سے بڑھی ہوئی صفت اکیلی اس میں نہیں پائی جاتی، اس میں شیر کی طرح بھرنے کی بھی استطاعت ہے اور بھیڑ کی طرح جھک جانے اور عاجزی اختیار کرنے کی بھی صفات ہیں۔ غرضیکہ ہر قسم کی صفات جو تمام دنیا کے جانوروں کو دی گئی ہیں ان کو برابر کر کے، ان میں عدل پیدا کر کے ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے۔

اور ارتقاء کے ایک لمبے دور کی طرف اشارہ ہے جو دراصل تعدیل کا دور ہے اس دور کی تکمیل پر پھر انسان کا پھل لگتا ہے۔ اس سے پہلے دوسرے جاندار تو ہیں مگر وہ تعدیل سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا چکے ہیں، اس عدل کے نظام کی مکمل تصویر نہ بن سکے۔ تو تمام انسان سے نیچے کی حالتیں احسن تقویم کا پھل تو ہیں مگر پہلی منزلوں کے پھل ہیں، آخری منزل نہیں۔ انسان اس کی آخری منزل ہے اور انسان کی آخری منزل جس نے ایک وجود میں احسن تقویم کا تمام تر جلوہ پوری شان سے دکھایا وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات جامع برکات ہے۔ فرماتے ہیں "اس شجرہ مبارکہ کے روغن سے جو چراغ وحی روشن کیا گیا ہے سو روغن سے مراد عقل لطیف نورانی محمدی مع جمیع اخلاق فطرتیہ ہے جو اس عقل کامل کے چشمہ صافی سے پروردہ ہیں"۔

اب یہ جو مضمون ہے یہ بہت اور بھی زیادہ باریک ہوتا جاتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسا صاف دکھائی دے رہا ہے کہ آپ فرماتے ہیں اس کے بعد کوئی غبی ہی ہوگا جو نہ سمجھے گویا کہ اکثر انسان واقعتہً جو ان باتوں کو بہت دقیق دیکھنے کی وجہ سے نہیں سمجھ سکتے اس مثال کے باوجود نہیں سمجھ سکتے وہ اپنے درجے کے اعتبار سے غبی دکھائی دیتے ہیں۔ اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا نور فطرت ایسا صیقل کیا گیا تھا، آپ کو جو مزاج کا تیل عطا کیا گیا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس صافی تیل کی برکتوں سے خود فیض یافتہ تھا اس لئے آپ کو تو آسانی سے دکھائی دے دیا ہے اور وہ جو فقرہ ہے اس کا بوجھ اس لئے ہلکا ہو جاتا ہے جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ آپ تو اسی دنیا کے تھے، اس دنیا کی چیزیں صاف دکھائی دیتی تھیں ہم جیسے کور باطنوں کے لئے تو غبی کہلانے کے سوا چارہ ہی کوئی نہیں رہا کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی صاف دکھائی نہیں دے رہا مگر اب جب کہ مسیح موعود علیہ السلام اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں اور ہمیں دکھا رہے ہیں پھر تو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہئے اتنی سی بات تو دنیا کے عام شاعروں کو بھی پتہ ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

آئینہ تیری قدر کیا جانے ☆ میری آنکھوں سے دیکھ تو کیا ہے

پس عام آئینہ بصیرت جو ہر انسان کو عطا کیا گیا ہے اس کو محمدؐ رسول اللہ کی قدر کا کیا پتہ۔ اگر دیکھنا ہے تو مسیح موعودؑ کی آنکھوں سے دیکھیں کہ محمدؐ رسول اللہ کا حسن کیا ہے اور یہ تفسیر جو میں آپ کے سامنے

محمد صادق جیولرز

MOHAMMAD SADIQ JUWELIER

آپ کے شہر ہمبرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائینوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی بنوائیں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کروا سکتے ہیں۔

ہمارے پتہ جات:

Hamburg:
Hinter der Markthalle 2
Near, Thalia Theater Karstedt,
20095 Hamburg,
Tel: 040/30399820

Frankfurt:
S. Gilani,
Tel: 069/685893

رکھتا ہوں۔ کوئی انسان جس میں شرافت کا مادہ ہو اور حیاء ہو اس تفسیر کو پڑھنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کبھی گستاخی کی زبان دراز نہیں کر سکتا۔ اسے سمجھ آئے نہ آئے اتنا یقین ضرور ہو جائے گا کہ ایک ایسے عارف باللہ کا کلام ہے جس کا محمدؐ رسول اللہ سے ایک ازلی اتصال ہے جیسا عاشق و معشوق کا کامل اتصال ہوتا ہے اور اس اتصال کے بغیر یہ نور آپ کو میسر آ ہی نہیں سکتا تھا۔
فرماتے ہیں، جو چراغ وحی روشن کیا گیا ہے اب آپ دیکھ لیں وحی کا چراغ اس تیل سے روشن ہوا ہے۔ اس سے ایک بہت ہی بڑا عقدہ حل ہو گیا جو پیرا سائیکالوجی کی دنیا والے حل کرنے میں لگے ہوئے ہیں، ابھی تک ان کو سمجھ نہیں آئی۔ بات یہ ہے کہ وحی کے بغیر بھی بعض دفعہ انسانی قلب جو عام چیزوں سے ملوث نہ ہو بعض خاص دائروں میں صفا ہو ان دائروں میں چمک اٹھتا ہے اور ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسے وحی کے ذریعے وہ چیز دیکھ رہا ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آ رہی۔ یہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے جو آج کل سائنس کی دنیا میں زیر بحث ہے اور اکثر سائنس دان جو شروع میں اس کو رد کر دیا کرتے تھے اب اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں خواہ ان کو سمجھ آئے یا نہ آئے۔ امریکہ میں بھی اس پر بہت کام ہوا ہے، روس میں بھی بہت ہوا ہے۔ یہاں کیمبرج یونیورسٹی میں بھی اس پر باقاعدہ کام ہو رہا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ حواس خمسہ کے بغیر ایک چیز ایسی باتیں کیسے معلوم کر سکتی ہے جس کے درمیان اور اس کے معلوم کرنے والے کے درمیان کوئی ایسا رابطہ نہ ہو جو حواس خمسہ کے ذریعے اسے خبر دے۔ مثلاً روشنی کے بغیر کسی نظارے کو دیکھنا یہ سائنس کے لحاظ سے ایک نہایت غیر معقول اور ناقابل قبول بات ہے مگر آنکھیں بند کر کے آپ ایک ایسا نظارہ دیکھ لیتے ہیں جو چین میں واقع ہو رہا ہے اور چین کے واقعہ کی اگر تحقیق کی جائے اور ثابت ہو جائے کہ عین اس لحہ چین میں وہ واقعہ ہو رہا تھا تو ایک بڑی مشکل میں انسان مبتلا ہو جائے گا۔
لیکن انسان کو جو اللہ تعالیٰ نے نور کی صلاحیت بخشی ہوئی ہے نور کے رابطے کی صلاحیت بخشی ہوئی ہے وہ اس تیل کی لطافت کو چاہتی ہے جو مثال کے طور پر شجرہ مبارکہ کا تیل محمدؐ رسول اللہ کی طرف منسوب فرمایا گیا ہے۔

> نور کا سفر چاہتا ہے کہ ہم اپنے دل کو کدورتوں سے پاک کریں۔ نور کا سفر چاہتا ہے کہ ہم اپنے سینے کو کشادہ کریں، اپنے خاندان کے تعلقات سے بھی کشادہ کریں، اپنی قوم کے تعلقات سے بھی کشادہ کریں اور اپنے ہم مذہب، ہم رنگ، ہم نسل لوگوں کے دائرے سے بھی اس کا دائرہ وسیع تر کر دیں۔ یہ سینہ جب کشادہ ہو جائے گا تو پھر نور محمدی کو قبول کرنے کے لئے اس میں استطاعت پیدا ہو جائے گی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وحی کو قبول کرنے کے لئے پہلے یہ تیل صافی اور شفاف ہونا چاہئے کیونکہ جو بھڑکتا ہے وحی سے وہ تیل بھڑکتا ہے اگر نہ ہو تو وحی سے کچھ بھی نہیں بھڑکے گا۔ پہاڑ پر جلوہ ہو تو پہاڑ ریزہ ریزہ تو ہو جائے گا اسے وحی کا شعور کچھ نصیب نہیں ہو گا۔ پس وحی کے شعور کے لئے، اس سے روشنی پانے کے لئے اور ایک نئی تخلیق بن کر ابھرنے کے لئے ایک بنیادی فطرتی تیل کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے شفاف ہونا شرط ہے جتنا شفاف ہو اتنا ہی اس کے جلد تر بھڑک اٹھنے کا امکان موجود ہے اور روشن تر ہو جانے کا رستہ کھلتا ہے ورنہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ کیا چیز تھی، روغن کیا تھا "عقل لطیف نورانی محمدؐ"۔
عقل لطیف تو سمجھ آ گئی جو انسان کی عام عقل روشن ہو لیکن نورانی عقل سے مراد وہ چھٹی حس ہے جو ہر خاصہ سے تعلق رکھتی ہے جس کو پانچ حسیں کہا جاتا ہے، حواس خمسہ ان میں سے ہر ایک حس میں ایک آخری مقام ہے لطافت کی انتہا کا اسے نورانی مقام کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حواس خمسہ تو بہت لطیف تھے لیکن اس کے علاوہ نورانی بھی تھے۔ وہ اس حد تک صیقل ہو چکے تھے کہ عام انسانوں کے حواس سے بڑھ کر ان میں ایک نور پیدا ہو چکا تھا۔ ایسی عقل لطیف جو نورانی ہو محمدی عقل کی طرح "مع جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے" یعنی صرف یہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ اخلاق فاضلہ کا ہونا ضروری ہے اس لطیف چشمہ نور سے جو ایک تیل کی مثال کے طور پر بتایا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں اخلاق فاضلہ بھی پھوٹتے ہیں یہ جب اکٹھے ہو جائیں تو اس عقل کامل کے چشمہ صافی سے پروردہ ہیں اور وحی کا چراغ لطائف محمدیہ سے روشن ہونا "ان معنوں کر کے" لکھا ہوا ہے جس کا مطلب ہے ان معنوں کے لحاظ سے۔
اب یہ دیکھیں آپ کہ نور کی جو لطافتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مثال سے سمجھی ہیں اس مثال سے ان لطافتوں کو سمجھنا ایک نور کا تقاضا کرتا ہے اور وہ نور کی آنکھ ہی ہے جو نصیب ہو تو انسان نور کو دیکھ سکتا ہے جس طرح دنیا کی آنکھ سب کو برابر میسر ہے اور آیت کے پہلے حصے کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ "اللہ نور السماوات والارض" اسی طرح دوسرے حصہ کے ساتھ عباد اللہ کا تعلق ہے جن پر شیطان کا غلبہ نہیں ہے۔ ان غلبے سے آزاد شیطانی غلبے سے آزاد خدا کے بندوں کو نور عطا ہو سکتا ہے کیونکہ ان کا نور فطرت بھی چمک رہا ہوتا ہے، ان کے اخلاق فاضلہ بھی لطیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کا سفر خدا کی طرف اس طرح ہوتا ہے کہ ہر لحظہ ان کے اندر وحی کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی رہتی ہے۔
یہ سفر جو صراط مستقیم کا سفر ہے جو اوسط رستے کا سفر ہے۔ جب انبیاء کی منزل میں داخل ہوتا ہے اور اسے انعمت علیہم کی آخری منزل فرمایا گیا ہے۔ اس منزل میں داخل ہو کر یہ وحی کی قبولیت کی صلاحیتیں جو پہلے بھی رکھتا تھا ان صلاحیتوں کو بروئے کار لے آتا ہے۔ صلاحیتیں موجود تھیں، وہ عمل کی دنیا میں ڈھلتی ہیں اور ان کے نتیجے میں کچھ پیدا ہونے لگتا ہے اور وہ وحی کا نزول ہے۔ پس اللہ کی وحی جس پر چاہے نازل فرماتا ہے مگر بے سوچے سمجھے نازل نہیں فرماتا، جو مستحق ہے اس پر نازل فرماتا ہے اور یہ فیض عام نہیں، فیض خاص ہے۔ فیض عام سب پر برابر ہے اور فیض خاص ان بندوں پر ہے جنہوں نے شیطان کو رد کیا۔ تو نور کی طرف حرکت کرنے کے یہ سارے مراحل ہیں۔ ان کو سمجھانا محض عقلی لطف کے طور پر نہیں ایک ضرورت حقہ کے طور پر ہے۔ آپ جب تک اس نور کے سفر کے آداب نہیں سمجھیں گے اس سفر کے طور طریق آپ پر روشن نہیں ہونگے اس کے قوانین و قواعد سے واقف نہیں ہونگے یہ سفر کر ہی نہیں سکتے اور نور کی طرف سفر ہمارا لازم ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے مذہب کا خلاصہ یہ بیان کیا ہے کہ اللہ اور اللہ والے خدا کے بندوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتے ہیں۔
پس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے متعلق کہا جائے کہ جی آپ تو صاحب علم لوگوں کی بات کر رہے ہیں۔ صاحب علم کی باتیں نہیں ہر انسان کی ضرورت کی لازمی باتیں ہیں۔ اس کو ان لطائف کے انداز میں نہ سمجھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے جاری ہوئے ہیں، آپ کے قلم سے جاری ہوئے ہیں لیکن ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب آسان بنا کر عام زبان میں آپ کو دکھا دیتے ہیں تو اس کو سمجھنا لازم ہے اس سے تو کوئی مفر نہیں ہے۔
پس نور کا سفر اب خلاصۃً میں اس خطبے کا خلاصہ یوں نکال رہا ہوں کہ نور کا سفر چاہتا ہے کہ ہم اپنے دل کو کدورتوں سے پاک کریں۔ نور کا سفر چاہتا ہے کہ ہم اپنے سینے کو کشادہ کریں، اپنے خاندان کے تعلقات سے بھی کشادہ کریں، اپنی قوم کے تعلقات سے بھی کشادہ کریں اور اپنے ہم مذہب، ہم رنگ، ہم نسل لوگوں کے دائرے سے بھی اس کا دائرہ وسیع تر کر دیں۔ یہ سینہ جب کشادہ ہو جائے گا تو پھر نور محمدی کو قبول کرنے کے لئے اس میں استطاعت پیدا ہو جائے گی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا سینہ کل عالم کو سمیٹنے کے لئے وسیع فرما دیا گیا تھا۔ اس لئے سینہ مشروح محمدی اس کو کہتے ہیں پس اپنے سینے کو وسعت دیں اور پھر اپنے دل کو ان کثافتوں سے پاک کریں جو دنیاوی آلائشوں کی کثافتیں ہیں کیونکہ جب آپ صاف کریں گے تو پھر وہ فطرت میں جو نور ہے وہ بھی دکھائی دینے لگے گا، وہ بھی جولانی دکھائے گا اور وہ نور جو آسمان سے اترا کرتا ہے اسے قبول کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو گی۔
یہ وہ مضمون ہے جو باقی آیت کے حصے میں اور کھول کر بیان فرمایا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کے ابھی کئی صفحے باقی ہیں اس لئے میں انشاء اللہ آئندہ خطبے میں جہاں اس مضمون کو چھوڑا ہے وہاں سے شروع کروں گا۔ السلام علیکم۔

احمدی بھائیوں کی اپنی قابل اعتماد ٹریول ایجنسی
ہوائی سفر کیلئے
INDO-ASIA REISEDIENST
کا خدمت کے نئے انداز
دُنیا کے گرد پھیلے ہوئے پانچ براعظموں میں کسی بھی ملک میں سفر کرنے کیلئے مناسب داموں پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ حاصل کریں اور
اسی طرح پاکستان کے مختلف شہروں کے بارعایت ٹکٹ کے حصول کیلئے ہماری خدمات سے ضرور فائدہ اٹھائیں
P.I.A کی خصوصی پیشکش
بکنگ جاری ہے
۴ افراد پر مشتمل کنبہ کیلئے ٹکٹ میں ۱۰ فیصد رعایت
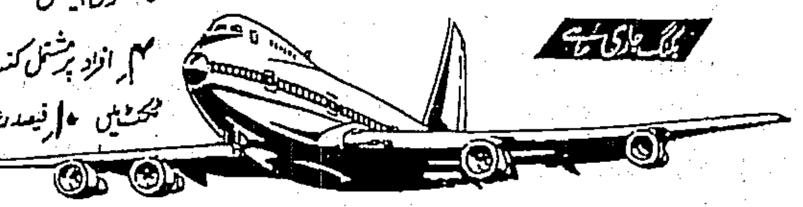
امریکہ اور کینیڈا کیلئے —— Last Minute Price
سٹٹگارٹ میونخ ہمبرگ Düsseldorf سے کراچی ab 980,-
عمرہ یا حج کی ادائیگی ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے، پاکستان جاتے ہوئے اس اہم ترین سفر کے لئے ہم سے رابطہ کیجئے اور اپنی نشست محفوظ کرا لیجئے۔ مسافروں کا آرام ہمیشہ ہماری اوّلین ترجیح رہا ہے
آپ جرمنی کے کسی بھی ایئر پورٹ سے براستہ فرینکفرٹ ڈائریکٹ لاہور اور اسلام آباد فضائی سفر کر سکتے ہیں
نیز ہمارے ہاں انگریزی اور اردو کا جرمن زبان میں ترجمہ کروانے کا بندوبست بھی موجود ہے
آپ کی خدمت کے منتظر
منیر احمد چوہدری (ایئرپورٹ پرشیال ٹرینٹ) عبدالسمیع (وینٹے وکیل والے)
Indo-Asia Reisedienst
Am Hauptbahnhof 8-60329 Frankfurt
Tel.: 069 - 236181

ایک قدیم تہذیب ــــ مایا

(ڈاکٹر قاضی محمد برکت اللہ، امریکہ)

جنوبی امریکہ میں جہاں آج کل گوئٹے مالا آباد ہے وہ جگہ ایک نہایت دانشمند قوم کا مرکز تھی۔ یہ لوگ گھنے جنگلات میں رہتے تھے۔ اپنی جگہ ان کی تہذیب نہایت عروج پر تھی لیکن باہر کی دنیا کو ان کے حالات کا کوئی علم نہ تھا۔ قریب ڈیڑھ سو سال ہوئے ایک سیاح ان جنگلوں میں پہنچا اور نہایت عظیم الشان عمارتیں دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ اس وقت سے اس قوم کے بارے میں تحقیق شروع ہوئی۔ لیکن چونکہ سارا علاقہ اونچے اونچے درختوں میں چھپا ہوا ہے اور ایک موسم میں یہاں شدت سے بارشیں ہوتی ہیں اس لئے تحقیق کے مراحل وقفے وقفے سے طے ہوئے۔ جو حالات ہمارے سامنے آئے ہیں یہ معلومات نظر ثالث اور نظر رابع کی محتاج ہیں ابھی قطعی طور پر اس گم شدہ تہذیب کے بارے میں حتمی معلومات نہیں ہیں۔

اس قوم کے پنپنے کے تین ادوار ہیں۔ پہلا دور ۱۲۰۰ قبل مسیح تا ۲۵۰ء۔ دوسرا دور ۳۰۰ء تا ۹۰۰ء تک۔ اور تیسرا دور آج کل کا دور ہے۔ بہت قدیمی دور کے بارے میں بھی ابھی تاریخ دان متفق نہیں اور صرف دوسرے دور پر اپنی معلومات کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور اسے ہی قطعی سمجھتے ہیں لیکن یہ بات یقینی ہے کہ جس طرح پر یونان و مصر و روما کی قدیمی تاریخ کے بارے میں تمام تاریخ دان متفق ہیں اس طرح اس قوم کے قدیمی دور سے بہت حد تک نابلد ہیں۔ یہ تہذیب اپنے لحاظ سے صفحہ ہستی پر ابھری اور یکدم نیست و نابود ہو گئی۔

جو زبان اس قوم کی تھی اس سے محققین نے اس قوم کا نام "مایا" اخذ کیا ہے۔ اور ان کی اپنی زبان میں اس کا ترجمہ نہایت دانش مند اور دانشوروں کی قوم ہے۔ علوم ریاضی، فلکیات، کاشتکاری، انجینئرنگ میں انہیں عروج حاصل تھا۔ بنیادی گنتی ۲۰ کا ہندسہ تھی جس طرح آج کل ۱۰ ہے۔ ایک ڈالر میں ۱۰×۱۰ سینٹ۔ انہیں صفر کے استعمال کا علم تھا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے ایجاد کیا اور ہندوؤں نے بھی اسے سیکھا۔ انہیں آگے پیچھے ۴۰۰ ملین (ایک ملین برابر ہے ۱,۰۰۰,۰۰۰ کے) حساب کا پتہ تھا۔

اس قوم کی تحریری زبان تصویری تھی۔ اپنی تصویری زبان میں سیپی صفر کے لئے۔ نقطہ ایک کے لئے اور لکیر پانچ کے لئے استعمال کرتے تھے۔ بہت بڑے بڑے پتھروں پر ان کی تصویری زبان میں کھدائی ہے۔ جس سے اس قوم کے حالات اور لڑائیوں کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ دیگر رسومات کا بھی علم ہوتا ہے۔ اس طرح کھدائی میں ہر دور کی ایک کہانی مل رہی ہے۔ اپنے اپنے وقت کے تمام بادشاہوں کے حالات تصویری زبان میں کندہ ہیں۔

دانشوروں کی اس قوم نے عظیم الشان عمارتیں اپنی یاد کے طور پر چھوڑی ہیں۔ عمارتیں نہایت بلند، مخروطی شکل کی بناتے تھے۔ کئی کئی منازل تک کشادہ سیڑھیاں اب تک باقی ہیں۔ عبادت خانہ، مخروطی عمارت کے اوپر قریب قریب تین سو سیڑھیوں کے بعد بنایا جاتا۔ ہر عبادت خانہ کے نیچے ایک تہ خانہ ملا ہے جو ایک شہر کا شہر ہے۔ سیدھے اور بھول بھلیوں کے راستے۔ جب تک صحیح پتہ نہ ہو اندر داخل ہو کر باہر آنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عمارتیں باہر اور اندر سے نہایت آراستہ، بے شمار رنگوں سے سجی ہوئی ہیں اور مختلف شوخ رنگ بہت سی جگہوں پر اب تک باقی ہیں۔

تعجب ہے کہ اس قوم کی ساری دنیا ان تک ہی محدود تھی۔ باہر کی دنیا سے ان کا کوئی رابطہ ثابت نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر قبل از مسیح تہذیب کا حال تاریخ میں درج ہے لیکن اس دور میں ان کی اپنی تہذیب پنپتی رہی جس کا تاریخ دانوں کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ اسی طرح قرون وسطی میں جبکہ یورپ سیاہ دور سے گزر رہا تھا اور مسلمانوں کی تہذیب سپین میں عروج پر تھی۔ لیکن یورپ اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا کوئی رابطہ اس وقت تک سامنے نہیں آیا۔

عام طور پر یہ لوگ درمیانے قد کے، قدرے موٹے اور بڑے سر والے تھے۔ ان کے بال کالے تھے۔ اور گال کی ہڈی ذرا اونچی تھی۔ بہت سے دیوتاؤں کی عبادت کرتے تھے۔ بارش کا دیوتا، سورج کا دیوتا، مکئی کا دیوتا وغیرہ۔ مکئی ان کا روز مرہ کا کھانا تھا۔ انسانی قربانی کا بھی رواج تھا۔ بارش جب کافی عرصہ تک نہ ہوتی تو عام انسانی خون سے بارش کا دیوتا خوش نہ ہوتا تھا بلکہ بادشاہ کے جسم کے ایک خاص حصے کا خون بہایا جاتا اور ایک خاص رسم ادا کی جاتی تھی۔ شاہی خون دیوتا کی نظر کیا جاتا۔ اور اس کے اعتقاد کے مطابق خوب بارش ہوتی۔

مایا قوم مذہبی تھی اور مذہبی رہنماؤں کا روز مرہ کی زندگی میں بہت دخل تھا۔ ان کے مذہبی رہنما نہایت فاضل اور عقلمند لوگ تھے اور نہایت دانشمندی سے اپنی قوم کے افراد کی رہنمائی کرتے اور سال کا قریب قریب ہر دن مذہبی اہمیت رکھتا تھا۔

تجارت ان کا پیشہ تھا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر سامان لے کر جاتے اور گھنے جنگلوں کے اندر ہی ان کی ساری تہذیب پنپتی رہی۔ کپاس، ربڑ، آج کل نایاب قسم کے ہیرے جواہرات، نایاب پرندوں کے پر، خشک مچھلی، کچھوں کے انڈے، سیپیاں، موتی اور نمک سامان تجارت میں شامل تھا۔

سامان اٹھانے کے لئے ان کے پاس گھوڑے، گدھے نہیں تھے۔ پہیوں والی کوئی گاڑی ان کے پاس نہیں تھی لیکن انہوں نے سڑکیں پختہ، دور دور تک بالکل سیدھی اور پتھروں سے بنائی ہوئی تھیں۔ سڑکوں پر چونے کا سیمنٹ ڈالتے اور انہیں پختہ بناتے۔ بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں بھی انہوں نے پتھروں اور چونے کے سیمنٹ سے بنائی تھیں۔ کرنسی سسٹم ان کے پاس نہیں تھا گول دانے، موتی، غلام، نایاب پرندوں کے پر، اور جواہرات، کرنسی کے طور پر استعمال کرتے۔ سڑکوں کے کنارے کہیں کہیں آرام کرنے کے لئے سرائے اور مکان بنا لئے جاتے۔ مارکیٹ شہر کے اندر بہت وسیع میدان میں لگائی جاتی۔ بعد میں مایا قوم نے تجارتی منڈیاں بھی بنائیں۔ غلامی کا رواج عام تھا اس لئے غلام اپنی پیٹھ پر سارا بوجھ اٹھاتے۔

مایا لوگ سائنس سے خوب واقف تھے۔ بڑی بڑی رصد گاہیں، فلکیات کے علوم کی مہارت کی نشان دہی کرتی ہیں۔ چاند اور سورج کی گردش سے پوری طرح واقف تھے۔ سورج گرہن اور چاند گرہن کی معین تاریخیں ان کے پاس تھیں۔ مختلف ستاروں اور سیاروں سے واقف تھے۔ وقت کے بارے میں ایسے لگتا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ وقت کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ انجام۔ ایک دور ختم ہوتا ہے تو دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ ان کے حساب سے وہ دنیا کے چوتھے دور میں رہ رہے تھے۔ (درمیانی دور)۔ انکے خیال میں پہلے ادوار بہت زیادہ سیلاب کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔ اور ان کا نشان مٹ گیا۔ آنے والے انقلابات کا یہ لوگ پتہ لگا لیتے تھے۔

مایا قوم کے پاس ان کا اپنا کیلنڈر تھا۔ یہ ایک مذہبی کیلنڈر تھا جس کے مطابق مذہبی رسومات ادا کرتے۔ ایک کیلنڈر اور تھا جسے عام کیلنڈر کہتے تھے۔ یہ سورج کی گردش کے حساب سے تھا۔ اس میں ۳۶۰ اور کچھ دن تھے۔ سال کے آخر میں یا درمیان میں ۵ دن اور زائد کرتے جنہیں منحوس سمجھا جاتا تھا اور اس طرح یہ کیلنڈر بھی ۳۶۵ دن کا ہو جاتا۔ مایا قوم کا ایک اور کیلنڈر سامنے آیا ہے جس میں انہوں نے گزرے ہوئے زمانے کا حساب لگایا ہے۔ ان کے حساب کے مطابق دنیا کا یہ دور قریب قریب چار ہزار سال قبل از مسیح شروع ہوا۔

مایا قوم نے جو برتن بنائے وہ بغیر کسی سانچے کے بنتے تھے۔ کپڑا بننے کے سلیقے سے واقف تھے۔ کپاس کے کپڑے مختلف رنگوں سے بنے ہوتے تھے۔ نہایت قیمتی کپڑے زیادہ رنگین اور دلکش ہوتے تھے۔ عام طور پر انہیں متمول لوگ ہی زیب تن کرتے لیکن کپڑے بھی مختلف رنگوں سے بنے ہوتے تھے۔

ہر مہینے کا ایک تہوار تھا۔ اس میں مذہبی نوعیت کے ناچ اور گانے ہوتے۔ مردوں کے ناچنے گانے کا گروپ، خواتین سے علیحدہ ہوتا۔ میوزک کے آلات تاروں سے نہیں بنتے تھے بلکہ ایسے جس طرح ہاتھ کی تھاپ سے بجتے ہوں۔ نیز ڈھول، درختوں کے کھوکھلے تنوں سے بنائے جاتے۔ گھنٹیوں کا کام ہڈیوں سے لیا جاتا تھا اور اس طرح سجائی اور بنائی جاتی تھیں کہ ان سے نہایت سریلی آواز پیدا ہوتی۔ بنسریاں سیپیوں اور مٹی سے بنائی جاتیں اور ان سے بھی ایک خاص قسم کی دلکش آواز نکلتی۔ ناچ گانے کے گروپ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے۔ روز مرہ کی دلچسپیاں، کچھ گپیں اور تفریح کے لئے ہنسانے کے لئے مقامی قصے بھی سنائے جاتے لیکن ساتھ ہی ساتھ گزرے ہوئے زمانے کے سنجیدہ حالات بھی دہرائے جاتے تھے۔

سنٹرل امریکہ کی مایا قوم نے نہایت عظیم عمارتیں تعمیر کیں اور کئی سو سال تک انہیں آباد رکھا۔ سب سے مشکل بات اب تک یہ ہے کہ یہ پنپتی، پھولتی تہذیبیں آناً فاناً کس طرح نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ کیا کوئی خوفناک قسم کا زلزلہ آیا، سیلاب آیا کہ ساری فصلیں تباہ و برباد ہو گئیں اور کھانے کے لئے کچھ نہ رہا۔ کیا قحط کا سامنا کرنا پڑا یا کوئی خاص بیماری تھی جس سے ساری قوم کا یکدم صفایا ہو گیا۔ اس بارے میں کوئی سراغ قطعی طور پر ہاتھ نہیں آیا۔ یوں تو سب لوگ مذہبی تھے اور مذہبی رہنماؤں کی عزت کرتے تھے۔ کیا یہ قوم اپنے مذہبی رہنماؤں کی بے راہ روی سے متنفر ہو کر باغی ہو گئی اور سب لوگ آپس میں لڑ مر کر مٹ گئے یا سب لوگ اپنے علاقہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔ لیکن انہوں نے ایسے کیوں کیا۔ مختصر یہ کہ مایا قوم کا اس صفحہ ہستی سے یکدم مٹ جانا ایک ایسا تاریخی راز ہے جس کے جاننے کے لئے بہت سے محقق بے قرار ہیں۔

جور دوراں کی چلیں تیز ہوائیں کیا کیا
ہم سے الجھی ہیں شب و روز بلائیں کیا کیا

چھیننا چاہی تھیں دنیا نے ردائیں کیا کیا
ہم کو اس یار نے بخشی ہیں قبائیں کیا کیا

تذکرے اس گل رعنا کے سنائیں کیا کیا
نکہتیں پیرہن دل میں بسائیں کیا کیا

اک فقط طرز تغافل ہی پہ موقوف نہیں
نت نئی شان سے ہوتی ہیں ادائیں کیا کیا

جز خلش کچھ نہ ملا تم کو تو اے اہل جفا
یار کی ہم نے مگر لوٹیں وفائیں کیا کیا

دیکھنے والے تو میرا لب خاموش نہ دیکھ
دل سے نکلی ہیں ترے حق میں دعائیں کیا کیا

کھل کے برسا کیا باران کرم ہم پہ نصیر
گھر کے آتی رہیں رحمت کی گھٹائیں کیا کیا

(پروفیسر نصیر احمد خان)

Kenssy
Fried
Chicken
TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۵۲)

ہیپر سلف اور سٹرونشیم کارب کے خواص اور اثرات کا تذکرہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ۱۳ دسمبر ۱۹۹۴ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

(لندن: ۱۳ دسمبر ۱۹۹۴ء) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے آج کے پروگرام "ملاقات" میں ہومیو پیتھی کلاس میں ہیپر سلف اور سٹرونشیم کارب کے مختلف خواص کا ذکر فرمایا۔

ہیپر سلف
HEPAR SULPH

بعض دواؤں کو مسلسل لمبے عرصے تک دیتے چلے جانے کے جو نقصانات ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحب نے فرمایا کالی فاس کو کبھی کبھی دینا مضر نہیں ہے۔ مسلسل لمبے عرصے تک کھاتے چلے جانا البتہ نقصان دہ ہے۔

حضرت صاحب نے آرسنک کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ آرسنک ۳۰ بخاروں میں اتنا اثر نہیں کرتا جتنا ۱۰۰۰ میں کرتا ہے۔ ایک دو خوراکوں میں بخار اتر جاتا ہے۔ اینٹی بائیوٹک کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ دوا بڑی عمر میں بھی اچھا کام کرتی ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا اونچی طاقت میں دوا دینا اچھا بھی ہے مگر نقصان کا بھی احتمال ہے۔ جب تک ہومیو پیتھک کی ادویہ کے تفصیلی اثر کا پتہ نہ ہو تو تجربہ نہ کریں دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔ جب گہرے شعور کے بعد دوا کے مزاج کا پتہ چل جائے کہ اس کا یہ یہ اثر ان ان حالات میں ہوتا ہے تو پھر بے شک اونچی طاقت میں دیں۔

ہیپر سلف کے بارے میں فرمایا کہ یہ گہری دوا ہے۔ اس کی اونچی طاقت Acute کیس میں جب تکلیف جوش میں ہو دی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں بار بار اونچی طاقت دینا بھی نقصان دہ نہیں لیکن جب مرض قابو میں آجائے تو پھر چھوڑ دیں۔ ایک ہزار میں ایک دن میں کئی بار بھی دی جا سکتی ہے۔ لیکن لمبی بیماری میں شارٹ آرڈر نہیں دیا جا سکتا۔ وہاں گہری تبدیلیوں کی ضرورت ہے جو فوری طور پر پیدا نہیں ہو سکتیں۔ اس کے علاوہ اگر جسم میں طاقت نہ ہو تو ہنگامہ ہو جاتا ہے۔ تکلیف ہو جاتی ہے مگر صحت نہیں ہوتی۔ پوٹنسی کے استعمال میں بہت باشعور ہونا چاہئے جو رفتہ رفتہ آتی ہے۔

ہیپر سلف کے بارے میں فرمایا میں نے یہ بتا دیا ہے کہ یہ سلیشیا سے بہت ملتی جلتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سلفر ہے۔ سلفر میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ سل میں اگر پرانے داغ ہوں اور سل کے جراثیم چھوٹی گٹھلیوں کی صورت میں پھیپھڑوں میں بیٹھے ہوں تو ان کو وہاں سے نکالنے میں سلفر مدد دیتی ہے۔ ایسی صورت میں سلیشیا نہ دیں۔ یہ سلیشیا کا کیس نہیں ہے۔ سلفر ڈھیلا کر کے ان جراثیموں کو بلغم کے ذریعے باہر نکال دیتی ہے۔ اچھے ڈاکٹر تنبیہ کرتے ہیں کہ سل میں اونچی طاقت میں سلفر نہ دیں۔ جب تک یہ تسلی نہ ہو کہ پھیپھڑوں کی کیفیت ایسی ہے کہ شریانوں کے قریب بڑی گٹھلیاں نہیں ہیں۔ بعض صورتوں میں کیلشیم ڈیپازٹ کے نتیجے میں سل کے جراثیم گھیرے میں آجاتے ہیں اور ان کے گرد سخت سے گولے سے بن جاتے ہیں۔ اگر جلد باز ہومیو پیتھک سلفر اونچی طاقت میں دے دے تو یہ گھولے پھٹ جائیں گے اور ایسی صورت میں چند دن میں مریض مر بھی جاتا ہے۔

ٹی بی جس شکل میں بھی ہو پھیپھڑوں میں ہو، انتڑیوں میں یا کسی اور جگہ ہو۔ ہیپر سلف اس کا علاج ہے۔ سلفر میں یہ خاصیت موجود ہے کہ وہ اندر کی ایسی چیزوں کو جو بیرونی ہوں مگر اندر آگئی ہوں باہر نکالتی ہے۔ ہیپر سلف میں کلکیریا کا اثر ہے۔ اس لئے یہ سلیشیا سے مل گئی ہے۔

کلکیریا میں خود چیزیں نکالنے کا مادہ نہیں کلکیریا ڈیپازٹ بناتا ہے اور سلیشیا بیرونی چیزوں کو دھکا دے کر باہر نکالتا ہے۔ ہیپر سلف، سلفر اور کلکیریا کے درمیان واقع ہے۔ سلفر کے بعد عموماً کلکیریا کارب دیا جاتا ہے۔ سلفر میں تیزی کا جو اثر ہے اس کے بعد سلیشیا کی بجائے کلکیریا کام کرتا ہے۔ مرکری کے بعد بھی یہ دیا جا سکتا ہے۔ چھوٹے السر ہوں تو ہیپر سلف اچھی ہے۔ نائیٹرک ایسڈ وائیلنٹ اثر کے لئے ہے۔ کٹے پھٹے کنارے ہوں تو اچھا اثر کرتی ہے۔ اس لحاظ سے ہیپر سلف اور نائیٹرک ایسڈ ملتے جلتے ہیں۔ نائیٹرک ایسڈ مرکری سے بھی بہت سی باتوں میں ملتا ہے۔ ہیپر سلف بھی مرکری سے ملتا ہے۔ اسی لئے یہ مرکری کا انٹی ڈوٹ بھی ہے۔

گلے میں پھانس کا احساس ہو۔ چپچپا سا بلغم ہو حضرت صاحب نے فرمایا پچھلے دنوں مجھے خراش والی کھانسی تھی جو زیادہ بولنے سے ہو گئی تھی۔ خراش والی دواؤں سے زیادہ اثر نہ ہوا۔ ہیپر سلف دی تو اس سے بہت اچھا اثر ہوا۔ اور جو بقیہ اثر تھا وہ بیلاڈونا اور کاسٹیکم ۲۰۰ ملا کر کھانے سے دور ہو گیا۔

موہکے Warts پرانے اور کرانک ہوں۔ اس میں بھی ہیپر سلف مفید ہے۔ درد کے رجحان کو کم کرنے کے لئے وارٹس کی دوائیں دیں۔ ساتھ انفیکشن کی دوا بھی دیں۔

اگر سر کے اوپر Scab ایسے بن جائیں جیسے خود پہن لیا ہو سر پر تو میزیریم Mezerium دی جائے۔ اگر پھوڑے کے اوپر Scab کے دوسری ادویہ سے قابو میں نہ آئیں تو ہیپر سلف کو پیش نظر رکھیں۔

سٹرونشیم کارب Strontium Carb

یہ سرجن کے لئے بہت ضروری دوا ہے۔ سرجری کے شاک سے جو لوگ یکدم قوت دفاع کھو بیٹھتے ہیں ان کے لئے سٹرونشیم کارب بہت اچھی دوا ہے۔ یہ کیفیت حادثوں میں بھی سامنے آتی ہے۔ عضلات پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ پیشاب بند ہو جاتا ہے۔ ایسے عضلاتی اثرات میں سب سے پہلے کاسٹیکم دیں۔ احتیاط کے طور پر آرنیکا ۱۰۰۰ میں دیں۔ اگر مریض یکدم Collapse کر جائے۔ تو کاربوویج دی جائے۔

سرجیکل شاک میں ترجیح سٹرونشیم کارب کو دی جائے۔ کاربوویج مریض کو اٹھا کر اوپر لے آتی ہے۔ آرنیکا ۱۰۰۰ تو پہلے دے ہی دیں۔ دس ہزار میں بھی دی جا سکتی ہے اس سے اونچی میں نے نہیں دی۔ مگر ڈاکٹر تعریف کرتے ہیں کہ اونچی طاقت میں بھی فائدہ مند ہے۔

سٹرونشیم کارب کا ذکر جاری رکھتے ہوئے حضرت صاحب نے فرمایا اس میں چند علامات نمایاں ہیں۔ عورتوں کے مینسز ختم ہو رہے ہوں تو چہرے پر اس کے نشانات آجاتے ہیں۔ ایسے میں پلسٹیلا بھی دی جا سکتی ہے۔ اس میں چہرے کی Flushing نمایاں ہے۔ جو کہ سٹرونشیم کارب اور کلکیریا کارب میں بھی ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا میں جب کوئی نسخہ دیتا ہوں تو اس کے پیچھے کوئی فلسفہ ہوتا ہے۔ ورنہ یونہی چھٹا نہ مارا جائے مثلاً آرنیکا، لیکسز، لیڈم یہ دل کی بیماریوں جوڑوں کی بیماریوں کا نسخہ ہے اور بہت مفید ہے۔ دل کی بیماری تھرمبوسس کے حفظ ماتقدم کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور بعد کے اثرات دور کرنے کے لئے بھی آرنیکا وہی کام کرتی ہے جو لیکسز کرتی ہے۔

پیٹ درد کے نسخے میں دو طرح کی ادویہ ہیں ایک جس میں گرمی سے فائدہ ہوتا ہے۔ اور ایک جس میں گرمی سے نقصان ہوتا ہو۔ ایک مریض بڑی سخت پیٹ درد میں تڑپ رہا تھا پہلے اسے نکس وامیکا اور ایپی کاک کا نسخہ دیا اور کہا کہ دو تین خوراکیں جلد دے کر نتیجہ بتائیں کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر میں نے کہا کہ میگ فاس گرم پانی میں گھول کر پلا دیں۔ اور ایک ایک گھونٹ جلدی جلدی پلائیں چند منٹ میں خدا کے فضل سے آرام آگیا۔

اسی طرح ایک بار گردے کی تکلیف تھی پہلے مزاجی دوا دی مگر آرام نہ آیا۔ پھر دوسری دوا دی تو آرام آگیا۔ آنکھوں میں درد ہو، پانی بہتا ہو۔ تو سٹرونشیم کارب موثر ہے۔ جب بھی آنکھوں میں درد ہو۔ تقریباً ہر نزلے زکام میں ایسا ہو جاتا ہے۔ اسے آنکھوں کا نزلہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کوئی خاص پہچان نہیں تاہم اگر آنکھ میں جلن زیادہ ہو تو یہ سٹرونشیم کارب کی واضح علامت ہے۔ اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ مریض کو گوشت کھانے سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور بریڈ Bread کھانے کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ یہ سٹرونشیم کارب کی خاص بات ہے۔ جوڑوں مثلاً ٹخنوں میں Sprains کے لئے آرنیکا اونچی طاقت میں اچھا کام کرتی ہے۔ آرنیکا فوری تکلیف کے لئے ہے۔ لیکن لمبی تکلیف میں Ligaments کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اس میں آرنیکا فائدہ مند نہیں۔ تاہم فوری طور پر دے کر جسم کو مزید نقصان سے بچایا جا سکتا ہے۔ آرنیکا شروع میں دینی ضروری ہے یہ تکالیف کو پیچدار ہونے سے بچالیتی ہے۔ لیکن جب پرانے مرض باقی رہ جائیں تو اس میں سٹرونشیم کارب اچھا کام کرتی ہے۔

RUTA کا بھی ایک تعلق بیلس پیرنس Bellis Perenis سے ہے۔ آرنیکا کے بعد دی جائے۔ روٹا کی پہچان میں یہ بات یاد رکھیں کہ باریک جھلیوں میں جو اعصاب ہیں ان کا روٹا سے تعلق ہے۔ ریڑھ کی ہڈی میں چوٹ آجانے سے جسم React نہیں کرتا۔ طبعی شفا کا ردعمل حرکت میں نہیں آتا اس کو حرکت دینے کے لئے روٹا بہت مفید ہے۔ انتڑیوں کو کنٹرول کرنے والے مسلز کو حرکت دینے میں روٹا مفید ہے۔ بعض اوقات پیٹ مسلسل دکھتا ہے۔ پتہ نہیں چلتا کہ پیچش ہے یا کیا ہے۔ بے چینی سی ہے۔ اس میں روٹا مفید ہے۔

سٹرونشیم کارب کرانک Spasm ٹخنہ میں ہو تو بڑی مفید ہے۔ ٹخنہ کا موڑ بعض دفعہ تشنجی ہو جاتا ہے۔ پرانی تکلیف کی وجہ سے مسلز کو تشنجی ہونے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ یہ اگر کرانک ہو تو سٹرونشیم کارب بہت اچھی دوا ہے۔ وقتی طور پر آرنیکا اچھی ہے۔ پھر بیلاڈونا ۲۰۰ اگر یہ کام نہ کرے تو جیلسیمیم کام دے گی۔ ایسا اگر بار بار ہوتا ہو مثلاً گردن کے پٹھوں کا درد، تو سٹرونشیم کارب ۲۰۰ میں زیادہ اچھا کام کرے گی۔ حضرت صاحب نے فرمایا اس کے نسخوں میں ۳۰ ہی استعمال کرتا ہوں۔ کچھ اور اثرات بھی بن جاتے ہیں۔ کچھ پتہ نہیں ہوتا یہ اثرات کیا رخ اختیار کر جائیں۔ اس لئے اونچی طاقت نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ اگر اونچی طاقت دینی ہے تو سنگل ڈوز دیں۔ دوسری ادویہ کے ساتھ ملا کر نہ دیں۔ بعض دفعہ ٹخنے کے جوڑ کے ساتھ ایڈیما بھی ہو جاتا ہے۔ رگیں پھول جاتی ہیں اس میں بھی سٹرونشیم کارب موثر ہے۔ پرانے بگڑے ہوئے مریض کو بار بار دی جائے۔

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار

مکرم چوہدری اللہ بخش صاحب مرحوم (زراعت ماسٹر)

سفید پگڑی اور صاف ستھرے لباس میں ملبوس، مہندی لگی سرخ ریش والے بزرگ جو قادیان اور ربوہ میں زراعتی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کا آبائی گاؤں عینووالی کاہلواں تحصیل و ضلع نارووال تھا۔ ۱۸۹۳ء یا ۱۸۹۴ء میں موضع پہاڑی پور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۴۱ء تک مختلف مقامات پر بطور استاد و ہیڈماسٹر سرکاری ملازمت میں رہے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ایک ٹرینڈ زراعت ماسٹر کی ضرورت پیش آنے پر آپ نے لائلپور زراعتی کالج سے ایک سال کی ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے کر قادیان میں ۱۹۴۱ء سے ملازمت شروع کردی۔ بعد میں چنیوٹ اور ربوہ میں بھی جماعتی سکول میں پڑھاتے رہے۔ سکول میں بطور استاد اور بورڈنگ میں بطور ٹیوٹر بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ قادیان۔ چنیوٹ اور ربوہ میں بھی سینکڑوں طلباء کو نہ صرف زراعت کا مضمون پڑھایا بلکہ حساب بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۶ء میں سکول سے ریٹائرمنٹ ہوئی۔ محلہ دارالصدر شمالی ربوہ میں متواتر بیس سال تک بطور صدر محلہ اور دس سال تک بطور زعیم انصاراللہ کی خدمت کی بھی توفیق نصیب ہوئی۔ ۱۲ جولائی ۱۹۹۴ء کو قریباً سو سال کی عمر میں اس دارفانی سے رحلت فرماگئے۔

ذیل میں آپ کے قبول احمدیت کا واقعہ ھدیہ قارئین ہے جو آپ نے وفات سے قبل اپنے بچوں کو لکھوادیا تھا اور مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب نے ہمیں بھجوایا ہے۔ (مدیر)

مرحوم نے بیان کیا کہ سال ۱۹۲۴ء میں ملتان سے ایس۔وی کی ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد اپریل ۱۹۲۵ء میں میری تقرری بطور ہیڈماسٹر لوئر مڈل سکول میانی چک نمبر ۲۴۷ نزد دوسوہہ تحصیل لائلپور ہوگئی اور ۳۶ ـ ۲ ـ ۵۰ کے گریڈ میں تنخواہ ۳۶ روپیہ ماہوار مقرر ہوئی۔ میرے ماتحت چار مدرس تھے، تین مسلمان اور ایک سکھ تھے۔ مسلمانوں میں منشی محمد حکیم چک نمبر ۳۳۳ کے رہنے والے تھے اور میرے واقف تھے۔ وہ احمدی تھے۔ سکول گاؤں سے کچھ فاصلہ پر تھا جو کہ ایک چٹیل میدان میں تھا۔ وہاں کچھ اور نوجوانوں نے مل کر والی بال کھیلنا شروع کیا۔ رات کو وہاں ہی سکول میں لیٹ رہتا۔ کبھی کبھی مذہبی باتیں بھی ہوتیں۔ منشی محمد حکیم نے ہمیں تبلیغ کرنی اور ہم اسے خواہ مخواہ شرمندہ کرتے رہتے۔ چنانچہ ایک رات مجھے میرے ضمیر نے ملامت کی کہ منشی محمد حکیم معقول باتیں کرتا ہے اور ہم خواہ مخواہ اسے شرمندہ کرتے ہیں۔ امام مہدی نے آنا ہے تو وہ آخر انسان ہی ہوگا اور اگر مرزا صاحب سچے امام مہدی ہوئے تو مجھے آگے جاکر جوتے پڑیں گے۔ چنانچہ اگلی صبح جب سکول میں منشی محمد حکیم آئے تو میں نے انہیں غصہ سے کہا آپ میرے ساتھ مرزا صاحب کے متعلق کوئی بات نہ کیا کریں۔ میری عمر ۳۲ سال تھی جبکہ منشی محمد حکیم صاحب کی عمر ۴۰ سال تھی۔ وہ میری بات سن کر مغموم سا ہوگیا۔ پھر میں نے اسے کہا کہ اگر تم مجھے تبلیغ کرنا چاہتے ہو تو مجھے مرزا صاحب کی کوئی کتاب لا کر دو میں اسے پڑھوں گا۔ چنانچہ وہ ہفتہ کے روز اپنے گھر گیا تو سوموار کو واپس آکر مجھے "آئینہ کمالات اسلام" لاکر دی۔ میں نے اسے پڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں میں پڑھتا گیا مجھ پر اثر ہوتا چلاگیا۔ میرے ایک شطرنج کھیلنے کے ساتھی پٹواری محمد دین صاحب تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ میں نے شطرنج کھیلنا چھوڑ کر "آئینہ کمالات اسلام" پڑھنی شروع کی ہے تو وہ مجھے بھوانہ بازار لائلپور کے مشہور عالم حکیم نور دین کے پاس لے کر گئے۔ حکیم صاحب اور پٹواری محمد دین صاحب دونوں دوست ضلع گجرات کے کشمیری قوم کے رہنے والے تھے۔ پٹواری صاحب نے حکیم صاحب کو کہا کہ یہ میرے دوست ہیں اور ان کے خیالات خراب ہوگئے ہیں آپ انہیں سمجھائیں۔ حکیم صاحب نے مجھے پوچھا۔ جس پر میں نے بتایا کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" پڑھنی شروع کی ہوئی ہے، جوں جوں پڑھتا جاتا ہوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مرزا صاحب سچے ہیں ......

جس پر حکیم صاحب نے کہا کہ مرزائیوں کی کتابیں ہرگز نہ پڑھا کرو۔ جس پر میں نے پٹواری صاحب کو کہا کہ آپ نے اپنے مولوی حکیم نورالدین صاحب کا حال دیکھ لیا ہے۔ چنانچہ واپس جاکر میں نے منشی محمد حکیم صاحب کو کہا کہ مجھے کسی احمدی عالم سے ملاؤ۔ اس وقت لائلپور میں چند گنتی کے احمدی تھے۔ چنیوٹ بازار میں ایک چوبارہ کرایہ پر لے رکھا تھا اس میں ایک صف ایک پانی کا مٹکا اور ایک کوزہ (لوٹا) ہوتا تھا اور وہاں احمدی نماز پڑھتے تھے۔ میاں خدا بخش نیچے بند (حقہ کا نیچہ باندھنے والے) یکے از رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام ریل بازار میں دوکان کرتے تھے ان سے بھی ملاقات اور بات چیت ہوتی رہتی تھی۔ ۱۹۲۶ء میں میرا تبادلہ چک نمبر ۱۵۶ رکھ براچ دیڑھ نزد چک جھمرہ میں بطور ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول ہوگیا۔ دیڑھ کے نزدیک ہی چک نمبر ۱۴۶ موضع کھیوہ ہے وہاں جماعت احمدیہ کے کچھ احباب رہتے تھے جن میں دو رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام ـ چوہدری فضل دادؓ اور چودھری غلام قادرؓ تھے۔ ان سے بھی ملاقات ہوئی اور مزید واقفیت و معلومات ہوتی رہی اور انہوں نے بھی اپنے احمدی ہونے کے واقعات سنائے۔ چنانچہ میرے خیالات تبدیل ہوتے چلے گئے۔ میں ۱۹۲۶ء میں تعطیلات گرما میں اپنے گھر عینووالی آگیا تو گاؤں میں شور پڑ گیا کہ یہ کافر ہوگیا ہے۔ چنانچہ دیگر مولوی حضرات کے علاوہ قصبہ سنکھترہ کے مشہور عالم مولوی محمد شفیع صاحب سنکھتروی نے بھی مجھے سمجھانا شروع کیا۔ اسی دوران مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے گاؤں میں دو احمدی ہیں مگر لوگوں کو ان کا علم نہیں یعنی چوہدری غلام رسول اور ان کے والد چوہدری الٰہی بخش نمبردار اور میاں غلام دین جو دوکاندار تھے جو لوگوں کو احوال الآخرت پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ ابھی چوہدری غلام رسول صاحب تو مجھے نہیں ملے تھے کہ مجھے مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی مناظر سنکھترے لے گئے اور سمجھاتے رہے مگر مجھے مائل نہ کرسکے۔ میں نے انہیں کہا کہ مولوی صاحب عربی زبان تو مجھے نہیں آتی۔ میں جو آیات وفات مسیح کی پیش کرتا ہوں ان کے آپ صرف اور نحو کی رو سے معانی کر دیتے ہیں اس لئے میری تسلی نہیں ہوتی۔ آپ یہ بتائیں کہ دارقطنی کی حدیث چاند اور سورج گرہن کے متعلق جو ہے کیا وہ صحیح حدیث ہے۔ انہوں نے کہا کہ صحیح حدیث ہے۔ جس پر میں نے کہا تو پھر مرزا صاحب سچے ہیں۔ کہنے لگے کہ کیسے؟ میں نے کہا کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کے چار پانچ سال بعد گرہن لگ گیا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ رمضان کی یکم کو گرہن لگنا چاہئے۔ میں نے کہا کہ احوال الآخرت میں لکھا ہے کہ تیرویں چن اور ستیویں سورج لگسی گرہن اس سالے سے تاریخ واضح ہے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ گرہن کس طرح لگتا ہے۔ یکم تاریخ کو تو گرہن لگ ہی نہیں سکتا۔ اس نے کہا کہ یہی تو معجزہ ہے۔ میں نے کہا کہ پہلے لوگ تو تیرویں کا ذکر کرتے ہیں اور آپ پہلی تاریخ کا۔ آپ مرزا صاحب کے آنے سے پہلے کے کسی بزرگ کا عقیدہ کہ یکم تاریخ کو گرہن لگے گا مجھے بتادیں۔ جس پر مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی مناظر نے کہا کہ میں نے کوئی دوسروں کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ بس آج سے میں احمدی ہوتا ہوں اور قادیان بیعت کا خط لکھ دیا۔ تعطیلات گرما کے بعد جب موضع دیڑھ سکول واپس آیا تو بڑا شور غوغا ہوا کہ مرزائی ہوگیا ہے اس کا یہاں سے تبادلہ کیا جاوے۔ چنانچہ ۱۹۲۷ء کے شروع میں میرا تبادلہ چک نمبر ۱۰۶ چوہدری والا کردیا گیا۔ وہاں میری ملاقات چوہدری برکت علی داماد چوہدری کرم دین سے ہوئی جو احمدی تھے۔ چوہدری اللہ رکھا ۱۹۳۴ء میں احمدی ہوئے۔ اس گاؤں میں بھی بڑی مخالفت ہوئی۔ چنانچہ وہاں سے بھی چک نمبر ۳۷۸ گ۔ب تحصیل جڑانوالہ میرا تبادلہ ہوگیا۔

۱۹۲۸ء میں چک نمبر ۳۷۸ کا سکول اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر لوئر مڈل سکول سے مڈل سکول بنادیا گیا اور میری تبدیلی وہاں سے چک نمبر ۳۴۲ گ۔ب میں بطور ہیڈماسٹر لوئر مڈل سکول ہوگئی۔ انہی ایام میں چک نمبر ۵۶۵ گ۔ب میں ماسٹر احمد خاں صاحب۔ چوہدری محمدالدین نمبردار۔ چوہدری برکت صاحب سیکرٹری۔ چوہدری علی بخش صاحبان نے احمدی ہونے کا اعلان کردیا۔ میں ۱۹۲۸ء سے ۳۲ء تک چک نمبر ۵۶۲ گ۔ب میں بطور ہیڈماسٹر تعینات رہا۔ چنانچہ جون ۳۲ء میں یہ سکول بھی اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر مڈل سکول بنادیا گیا اور میرا تبادلہ وہاں سے جھوک مہمند تحصیل جڑانوالہ کردیا گیا۔ بچوں کی رہائش چک نمبر ۵۶۵ میں تھی روزانہ سائیکل پر جھوک مہمند جاتا جس کا فاصلہ ایک طرف کا بارہ میل تھا۔ کبھی کبھی وہاں رہ جاتا تھا۔

چک نمبر ۵۶۵ گ۔ب میں رہتے ہوئے میں نے پٹواری سے بات کرکے ایک درخواست برائے الاٹمنٹ قطعہ اراضی برائے تعمیر مسجد دلوائی۔ جس پر پٹواری سے رپورٹ کروائی کہ احمدی بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ علیحدہ نماز پڑھنے کے لئے انہیں بھی مسجد کے لئے زمین دی جاوے۔ چنانچہ مسجد کی تعمیر شروع کروائی۔

والد صاحب کی قبول احمدیت

والد صاحب (چوہدری عبدالعزیز صاحب) عینو والی سے چک نمبر ۵۶۵ میرے پاس آئے ہوئے تھے۔ جمعہ پڑھ کر میں گھر آیا تو وہ گھر میں موجود تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ۔ جمعہ کی نماز پڑھ آئے ہیں تو انہوں نے کہا پڑھ آیا ہوں گاؤں کی دوسری طرف جو مسجد ہے وہاں نماز پڑھی ہے۔ میں نے کہا کہ یہ ساتھ والی احمدیوں کی مسجد چھوڑ کر آپ نے دوسرے محلہ میں جاکر نماز پڑھی ہے۔ اللہ ہی ہے کہ آپ کو ہدایت عطا فرمائے۔ جس پر والد صاحب نے کہا کہ سچ پوچھتے ہو تو بتاتا ہوں کہ میں احمدیوں کو اور مرزا صاحب کو سچا سمجھتا ہوں مگر لوگوں کی لعن طعن اور مخالفت برداشت نہیں کرسکتا۔ میں نے کہا کہ آپ کو یاد ہے کہ کیکر کے ایک درخت کے لئے رشتہ داروں سے آپ کی لڑائی ہوئی تھی اور آپ تھانہ میں رپورٹ کرنے گئے تھے جب کہ لوگوں نے، نمبردار اور ذیلدار نے بھی آپ کو منع کیا تھا مگر آپ نے سارے گاؤں کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ کی اور تھانہ چلے گئے۔ ایک کیکر کے درخت کے لئے آپ نے سارے گاؤں کی مخالفت مول لے لی مگر خدا کے مہدی کے لئے مخالفت سے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے کہا کہ میری بیعت کا خط لکھ دو اور وہ اس طرح احمدی ہوگئے۔

واقفین نو کے والدین کے لئے

ضروری اعلان

تمام ایسے احباب جنہوں نے اپنے بچوں کو وقف نو کے تحت وقف کیا ہوا ہے ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وقف نو کا فارم پر کرنے کے بعد ان کا پتہ تبدیل ہو گیا ہو تو فوری طور پر شعبہ وقف نو مرکزیہ (لندن) کو اطلاع بھجوائیں۔ اطلاع دیتے وقت "حوالہ نمبر وقف نو" ضرور تحریر کریں تاکہ ریکارڈ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ مرکزی ریکارڈ میں اندراج مکمل ہونا بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر مکمل پتہ ضرور درج ہونا چاہئے اور جب بھی پتہ تبدیل ہو اس کی اطلاع ضرور دی جانی چاہئے۔

کتابیں پڑھنے کے بعد لائبریری کو بھیج دیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"افراد سے میں یہ کہوں گا کہ آپ اپنی زندگی میں (اور آپ سے میری مراد وہ دوست ہیں جنہیں علم کا شوق ہے اور کتابیں خریدتے ہیں) بہت سی کتب ایسی بھی خریدتے ہیں کہ جب پڑھ لیتے ہیں تو ان میں آپ کو کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ پس ایسے دوستوں کو سوچنا چاہئے کہ ایسی کتاب میں ایک ھزار دوسرے آدمیوں کو دلچسپی ہوسکتی ہے۔ اس واسطے وہ ایسی کتب (خلافت) لائبریری میں بھیج دیں۔ ان کا اپنا شوق تو پورا ہوگیا..............

اگر ہماری ساری جماعت اس طرف توجہ کرے اور ساری جماعت سے مراد پاکستان کی جماعت نہیں بلکہ ساری دنیا کی جماعتیں مراد ہیں جن میں کروڑ ڈیڑھ کروڑ سے بھی شاید زیادہ افراد ہوں۔ پس اگر دوست توجہ کریں تو ہمیں سال میں ایک لاکھ کتابیں آسانی سے مل سکتی ہیں۔ (روزنامہ الفضل ۲ مئی ۱۹۹۱ء)

(مرسلہ: صدر خلافت لائبریری کمیٹی ربوہ)

کرسمس کی تاریخ اور مسیح کی پیدائش

(مظفر محمود احمد۔ سپین)

جب یہودیہ کے بیت لحم (یروشلم) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو انجیل ہمیں بتاتی ہے کہ "اسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے" (لوقا کی انجیل۔ باب ۲۔ آیت ۸)۔

اور قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ خدا کے فرشتے نے پہاڑی کی نچلی جانب سے مریم کو پکار کر کہا۔

"...... (اے عورت) غم نہ کر۔ اللہ نے تیری نچلی جانب ایک چشمہ بہایا ہوا ہے (اس کے پاس جا اور اپنی اور بچہ کی صفائی کر) اور (وہ) کھجور (جو تیرے قریب ہوگی اس) کی ٹہنی کو پکڑ کر اپنی طرف ہلا وہ تجھ پر تازہ بتازہ پھل پھینکے گی۔ پس (ان کو) کھاؤ اور (چشمہ سے پانی بھی) پیئو اور (خود نہاکر اور بچہ کو نہلا کر) اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو......" (سورۃ مریم آیت ۲۵ تا ۲۷)

اس آیت کے مطابق مسیح کی پیدائش ایسے موسم میں ہوئی جب یہودیہ کے علاقہ میں کھجوریں درختوں پر پکی ہوئی تھیں۔ اب صاف ظاہر ہے کہ یہ موسم اگست اور ستمبر کے مہینے ہیں لیکن عام طور پر عیسائی دنیا کے خیال میں مسیح کی تاریخ پیدائش ۲۵ دسمبر ہے اور یہ دن عیسائی لوگوں میں شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

لیکن یہ خیال نہ صرف قرآن کریم سے ٹکراتا ہے بلکہ یہ تاریخ اور خود بائبل کے عہدنامہ جدید کے بھی خلاف ہے۔ مسیح کی پیدائش کے موسم کے متعلق بیان کرتے ہوئے لوقا کی انجیل بتاتی ہے کہ

"اسی (یہودیہ کے) علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے" (لوقا باب ۲۔ آیت ۸)

لوقا کے اس بیان پر بحث کرتے ہوئے BISHOP BARNS اپنی مشہور کتاب "عیسائیت کا طلوع" کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں۔

"مزید برآں کوئی ایسی بنیاد نہیں ہے جس کی بناء پر یہ کہا جاسکے کہ مسیح کی پیدائش ۲۵ دسمبر کو ہوئی۔ اگر ہم لوقا کی تاریخ کے مطابق مسیح کی پیدائش کے متعلق یہ یقین کریں کہ اس وقت بیت لحم کے قرب و جوار کے علاقہ میں گلہ بان اپنے گلوں کی نگہبانی کر رہے تھے تو پھر مسیح کی پیدائش کا وقت، موسم سرما نہیں ہوسکتا۔ جہاں کہ یہودیہ کے علاقہ میں رات کا درجہ حرارت اتنے نچلے درجہ کا ہوتا ہے کہ برف پڑنے لگتی ہے۔ بہت بحث و تمحیص کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ کرسمس منانے کی موجودہ تاریخ مسیح کے ۳۰۰ سال بعد قبول کی گئی۔"

بشپ بارنز کی رائے کو "انسائیکلوپیڈیا برٹینکا" اور "انسائیکلو پیڈیا چیمبرز" بھی لفظ کرسمس کے تحت تقویت دیتی ہیں۔ لکھا ہے۔

"مسیح کی پیدائش کی تاریخ اور سن کا کبھی بھی تسلی بخش تعین نہیں ہوسکا لیکن جب سن ۳۴۰ء میں چرچ کے راہنماؤں نے مسیح کی پیدائش کا دن منانے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ موسم سرما کے SOLSTICE کا دن مقرر کیا جو لوگوں [illegible] ترین تہوار کے طور پر ذہنوں میں پختگی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ انسان کے ہاتھ سے کیلنڈر میں تبدیلیاں تجویز کی گئیں اور SOLSTICE کا دن اور کرسمس کی تاریخ بعد ازاں جلد ہی مل جل گئے۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹینکا۔ ایڈیشن ۱۵۔ جلد پنجم۔ حاشیہ، صفحات نمبر ۶۴۲ و ۶۴۲-۱۷)۔

"...دوسرا یہ کہ موسم سرما کا SOLSTICE یہ سورج کی پیدائش کا دن سمجھا جاتا تھا اور روم میں ۲۵ دسمبر کا دن مشرکانہ تہوار کے طور پر متھرا (MITHRA) سورج دیوتا کی پیدائش کے دن کے طور پر منایا جاتا تھا۔ چرچ بجائے اس کے کہ اس مشہور تہوار کے خلاف مزاحمت کرتا۔ اس نے سورج کی پیدائش کی تاریخ کے دن کو ہی کرسمس کے طور پر اپنا لیا۔" (انسائیکلو پیڈیا چیمبرز)

ان دونوں انسائیکلوپیڈیا کے بیان کی توثیق MR. PEAKE کی "بائبل کی تفسیر" کرتی ہے۔ اس تفسیر کے صفحہ ۷۲۷ پر وہ لکھتے ہیں۔

"مسیح کی پیدائش کا موسم ماہ دسمبر نہیں ہوسکتا۔ ہمارا موجودہ کرسمس کا دن بعد ازاں کسی وقت مغرب میں کسی دن کے متبادل کے طور پر مقرر کیا گیا۔"

لہٰذا حالیہ تاریخی تحقیق نے عیسائیت کے اصلی ذرائع علم سے یہ ثابت کردیا ہے کہ بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسیح کی پیدائش ماہ دسمبر میں ہرگز نہیں ہوئی۔

DR. JOHN D. DAVIS اپنی کتاب "لغت بائبل" میں لفظ "سال" کے نیچے لکھتے ہیں کہ کھجوریں یہودی مہینہ "ایلول" میں پکتی ہیں اور PEAKE کی بائبل کی تفسیر صفحہ ۱۱۷ میں ہم دیکھتے ہیں کہ "ایلول" کا مہینہ اگست ستمبر میں آتا ہے۔

مزید برآں ڈاکٹر PEAKE لکھتے ہیں کہ " J. STEWART اپنی کتاب "ہمارا خدا درحقیقت کب پیدا ہوا؟" میں انقرہ (ترکی) کے ایک چرچ کے حوالہ سے اور ایک پرانے چینی کے حوالہ سے کہ جو ۲۵ تا ۲۸ سن عیسوی میں بائبل کی کتب کے چین میں پہنچنے کا کہانی کے رنگ میں ذکر کرتا ہے۔ وہ مسیح کی پیدائش (کا موسم ماہ ستمبر یا اکتوبر) سن ۸ قبل مسیح بیان کرتا ہے اور ۲۴ء میں بدھ وار کو مسیح کے واقعہ صلیب کا ذکر کرتا ہے۔

ان دونوں انسائیکلوپیڈیا کے بیان سے جس کی توثیق ڈاکٹر ARTHUR S. PEAKE MA; DD; کی "بائبل کی تفسیر" کے حوالوں سے بھی ہوتی ہے۔ اب یہ بالکل واضح ہے کہ مسیح یہودی مہینہ "ایلول" میں پیدا ہوئے جو ماہ اگست یا ستمبر میں آتا ہے جب یہودیہ میں کھجوریں پکتی ہیں نہ کہ مسیح ۲۵ دسمبر کو پیدا ہوئے جیسا کہ ہمیں چرچ بتاتا ہے۔ اور یہ وہ رائے ہے جو قرآن کریم بیان کرتا ہے۔

سائنس کی دنیا

(آصف علی پرویز)

ہوائی تکیوں کی مدد سے حادثات سے بچت

کاروں میں مسافر سیٹوں کے ساتھ لگی ہوئی پیٹیاں (SEAT BELTS) استعمال کرتے ہیں تاکہ خدا نخواستہ جب کار کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو یہ حفاظتی بند زیادہ خطرناک چوٹوں سے محفوظ رکھنے میں مددگار ہوں۔ بدقسمتی سے حادثے کے دوران بعض اوقات ڈرائیور کا سر بڑے زور سے سٹیرنگ وھیل سے جا ٹکراتا ہے اور اس طرح دماغ کو غیر معمولی چوٹ لگنے کا امکان ہوتا ہے۔ اب انجینئرز نے نئی طرز کی کاروں میں سٹیرنگ وھیل کے اندر ایسے تکیے بنائے ہیں جو چند سیکنڈز میں پھول جاتے ہیں اور یوں سر وھیل سے ٹکرانے کی بجائے ان تکیوں سے ٹکراتا ہے اور زخمی ہونے سے نسبتاً محفوظ رکھتا ہے۔ انجینئر ایسے تکیے اب موٹر سائیکل کے ہیلمٹس میں بھی بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس ٹیکنالوجی کا دلچسپ استعمال امریکی فٹ بال میں پہنے جانے والے ہیلمٹس میں کیا جائے گا۔ وہ قارئین جنہوں نے ٹیلیویژن پر یا ویسے امریکن فٹ بال دیکھا ہو انہیں اندازہ ہوگا کہ اس کھیل میں کھلاڑی بڑے زور سے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور بعض اوقات اس ٹکر کے نتیجہ میں وہ دماغی چوٹ کی وجہ سے اپاہج بھی ہو جاتے ہیں۔ ہیلمٹس میں لگے ہوئے یہ تکیے باہمی ٹکر کے نتیجہ میں پھول جائیں گے اور یوں ٹکر سے انسانی دماغ یا ریڑھ کی ہڈی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

مچھلیوں کو بیماری سے بچانے کا دلچسپ علاج

مچھلی دنیا کے ہر ملک میں بڑے شوق سے کھائی جاتی ہے۔ انگلستان میں SAMON مچھلی بڑے شوق سے ہوٹلوں اور ریستورانوں میں پکائی جاتی ہے اور گاہک بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ اس مچھلی کی افزائش کے لئے بڑے بڑے فارم بنائے گئے ہیں اور یہاں سے مچھلیاں بازار میں سارا سال مہیا کی جاتی ہیں۔ بدقسمتی سے مچھلیاں مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں جن میں سے ایک بیماری میں اس کے ساتھ جوؤں جیسے پیراسائٹ PARACITE چمٹ جاتے ہیں جن کو LICES کا نام دیا گیا ہے۔ جب یہ LICES مچھلی کو چمٹ جاتے ہیں تو بالآخر اسے بیمار کرکے ہلاک کر دیتے ہیں۔ مچھلی کی افزائش کرنے والے ملاح مختلف قسم کے کیمیاوی طریقوں سے ان LICES کو ہلاک کرتے ہیں لیکن اس ذریعے سے یہ کیمیکل ان تالابوں کو بھی گندہ کر دیتے ہیں جن میں ان مچھلیوں کی افزائش کی جا رہی ہوتی ہے۔

اب ایک انجینئر نے ان LICES سے مچھلیوں کی جان بچانے کے لئے ایک دلچسپ طریقہ استعمال کیا ہے۔ تجربات کے دوران اس نے یہ ثابت کیا کہ جگمگاتی روشنیاں (FLASHINGLIGHTS) ان LICES کو اپنی طرف کشش کرکے لے آتی ہیں۔ LICES ان جگمگاتی روشنیوں کی طرف تیر کر پہنچتی ہیں۔ جب پانی اس روشنی کے قریب سے گزرتا ہے تو خاص طور پر بنائے ہوئے فلٹروں میں سے پانی تو دوسری طرف نکل جاتا ہے لیکن یہ LICES ان فلٹروں میں قید ہو جاتی ہیں۔ بعد میں ان فلٹروں کو کیمیاوی طریق سے یا جلا دینے سے LICES سے مستقل چھٹکارا مل جاتا ہے۔ یہ اچھوتا طریقہ دس مچھلی پیدا کرنے والے تالابوں میں استعمال کیا جارہا ہے۔ اس کے نتیجہ میں مچھلیوں میں بیماری میں حیرت انگیز طور پر کمی ہوگئی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس طریقہ علاج سے مچھلی پیدا کرنے والے تالابوں میں کسی قسم کی کثافت و غلاظت پیدا نہیں ہوتی اور چونکہ کسی قسم کا کیمیاوی مادہ مچھلی کو نہیں لگتا اس لئے مچھلی بھی نہایت ہی صحتمند ہوتی ہے اور ہر قسم کی بیماری سے پاک ہوتی ہے اور ایک طیب خوراک کے طور پر قابل استعمال ہوتی ہے۔

اعلان نکاح

لندن (نمائندہ الفضل) مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۹۵ء کو مسجد فضل لندن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حسب ذیل دو نکاحوں کا اعلان فرمایا۔

۱۔ عزیزہ امۃ الودود صاحبہ بنت مکرم زاہد علیم احمد صاحب ربوہ ہمراہ عزیزم مظفر احمد کھوکھر ابن مکرم مبارک احمد کھوکھر صاحب و مکرمہ امۃ الجمیل کھوکھر صاحبہ آف کراچی۔ حق مہر ۲ لاکھ روپے پاکستانی۔

۲۔ عزیزہ بشریٰ نزہت صاحبہ بنت مکرم نصیرالدین عبیداللہ صاحب لندن ہمراہ عزیزم مدثر احمد ملک ابن مکرم منور احمد ملک صاحب۔ حق مہر ۷ ہزار پاؤنڈ سٹرلنگ۔

مسنون آیات کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ نے مختصر خطبہ نکاح ارشاد فرماتے ہوئے ہر دو نکاحوں میں فریقین کا تعارف کروایا اور پھر ایجاب و قبول کے بعد ان نکاحوں کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔

مسیحیت۔ ایک سفر حقائق سے فسانہ تک

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی معرکہ آراء انگریزی تصنیف:

Christianity - A journey from facts to fiction

کا اردو ترجمہ جنوری ۱۹۹۶ء سے ہفتہ وار الفضل انٹرنیشنل میں بالاقساط شائع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ (مدیر)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ۔ محمود احمد ملک)

"الفضل ڈائجسٹ" کے لئے اردو یا انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں میں جماعتی رسائل بھجوانے والوں سے درخواست ہے کہ براہ کرم مضامین کا خلاصہ بھی اردو میں تیار کرکے ارسال فرمایا کریں۔

★★۱۹۸۸ء میں کیتھولک چرچ کی زیر نگرانی کفن مسیح کی عمر کا اندازہ لگانے کے لئے تجربات کئے گئے تھے اور یہ نتیجہ دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ یہ بارھویں صدی سے پہلے کا نہیں اور اسے کفن مسیح کہنا بھی صحیح نہیں۔ ماہنامہ "ریویو آف ریلجنز" اکتوبر ۹۵ء میں کفن مسیح پر بحث کی گئی ہے اور عیسائی سائنسدانوں کے حوالہ سے ہی اس تحقیق کے انداز کو مشکوک قرار دیا ہے۔

★★اسی شمارہ میں محترم ناصر وارڈ صاحب کے مضمون "ہندوازم اور مسیح" میں بیان کیا گیا ہے کہ یونانی اور رومی دیوی دیوتاؤں کا گہرا اثر ہندومت میں ملتا ہے۔ وید کی اصلی تعلیمات ناپید ہوگئی ہیں اور یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کرشن اور رام کون تھے۔ چھٹی صدی ق۔م میں یہ مذہب بالکل بےاثر ہوچکا تھا اور اسی وجہ سے بدھ فلاسفی کو فروغ حاصل ہوا اور ہندوؤں نے حضرت عیسیٰؑ کے ہندوستان آنے کے بعد ان کی تعلیمات کا پیوند اپنے مذہب میں لگادیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ "کرشن" نام "کرائسٹ" اور "کرائسٹنا" کے بہت قریب ہے۔ اسی طرح ہندو مت میں عام طور پر دس اوتاروں کا ذکر ملتا ہے جن میں سے دسویں اوتار کا ظہور ابھی نہیں ہوا۔

★★اس شمارے میں حضور انور کی کتاب ISLAMS RESPONSE TO CONTEMPORARY ISSUES کا ایک حصہ دیا گیا ہے اور ایک مضمون میں شیطان سے متعلق حضور ایدہ اللہ کی متفرق مجالس سوال و جواب سے معلومات یکجائی صورت میں پیش کی گئی ہیں۔ نیز حضرت مسیح موعودؑ کی دو عیسائیوں پادریوں سے ملاقات (۱۹۰۱ء) کے دوران کئے گئے سوالات اور انکے جوابات بھی شائع کئے گئے ہیں۔

★★حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۴۵ء میں لاہور میں اکابر معتمدین کی مجلس میں اسلامی حکومت کا تمدنی نظام کے موضوع پر تقریر فرمائی تھی جو ۶۶ء میں شائع ہوئی۔ اپنے خطاب میں حضور انور نے اسلامی ریاست کے اصول بیان کرنے کے علاوہ کیمونزم کے نقائص کا بھی ذکر فرمایا اور روس کے بارے میں اپنے الہام کا ذکر فرمایا جو اب اپنے وقت پر پورا ہو رہا ہے۔ یہ مضمون حضرت مصلح موعودؓ کی فراست، ذہانت اور تعلق باللہ کا آئینہ دار ہے۔ اسکے بعض اقتباسات بھی اسی شمارہ کی زینت ہیں۔

★★محترمہ میمونہ صوفیہ صاحبہ اہلیہ مولوی غلام احمد عطا صاحب لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں شامل تھیں اور لجنہ کی پہلی سیکرٹری مال بھی۔ مدرسۃ الخواتین میں تعلیم حاصل کی اور مدرسۃ البنات میں معلمہ رہیں۔ ۲۸ء کے جلسہ سالانہ پر تقریر کی اور پھر ۱۹۳۳ء کے بعد قریباً ہر سال تقریر کرنے کی توفیق پائی۔ آپکا مختصر ذکر خیر روزنامہ "الفضل" ۲۴ اکتوبر میں شائع ہوا ہے۔

★★حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی صفات عالیہ اور اخلاق حسنہ میں بہت ممتاز تھے۔ آپکی خدمت کی سعادت پانے والے محترم ملک محمد عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپؓ کی بلندپایہ تصنیف "سلسلہ احمدیہ" کو جلسہ جوبلی ۳۹ء کا تحفہ قرار دیا گیا تھا اور جلسہ پر اسکی اشاعت ہونی تھی چنانچہ وقت کی کمی کے باعث کاتب سید محمد باقر شاہ صاحب دفتر میں ہی رہتے اور رات گئے تک کام جاری رہتا۔ حضرت میاں صاحبؓ بھی عموماً وہاں موجود رہتے۔ ایک روز بارش اور ہوا کی وجہ سے سردی بہت زیادہ تھی اور رات ۲ بجے حضرت میاں صاحبؓ ایک خوشنما دولائی اوڑھے گھر جانے لگے تو محترم ملک صاحب نے عرض کیا کہ آج میرا ارادہ بھی دفتر میں آرام کرنے کا ہے اس لئے یہ دولائی مجھے عنایت فرمائیں۔ حضرت میاں صاحب نے اسی وقت دولائی اتار کر دے دی تو انہوں نے پھر عرض کیا کہ میں آپکے مکان تک چلتا ہوں وہاں سے لے آؤنگا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحبؓ نے دولائی اوڑھ لی اور مکان پر جاکر انہیں دے دی جسے اوڑھ کر ملک صاحب واپس دفتر آگئے۔ کچھ ہی دیر بعد حضرت میاں صاحب ایک رضائی لے کر دوبارہ دفتر تشریف لائے اور فرمایا "میں جب بستر میں لیٹ گیا تو خیال آیا کہ آج سردی بہت شدید ہے دولائی میں آپکا گزارہ کیسے ہوگا، ملازم سوئے ہوئے تھے سوچا یہ ثواب میں خود ہی حاصل کرلوں"۔ حضرت میاں صاحبؓ کی شفقت کے بعض واقعات سے انتخاب روزنامہ "الفضل" ۲۵ اکتوبر کی زینت ہے۔

★★اسی شمارے میں محترم عزیز احمد صاحب سابق ناظر بیت المال کا مضمون "ذاتی یادیں" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ آپ صدر انجمن احمدیہ میں بطور امانت رکھوائے گئے زیورات اور دیگر امانات کو قادیان سے بحفاظت پاکستان منتقل کرنے کی روئیداد بیان کرتے ہیں۔ تاریخ احمدیت میں بیان ہوچکا ہے کہ حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ کو اس وقت تک کی امانات اور ریکارڈ اپنے ہمراہ پاکستان لانے کی توفیق ملی تھی جبکہ بعد میں جمع ہونے والی امانات کو لانے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے میجر نصراللہ خان صاحب کو اس ہدایت کے ساتھ بھجوایا کہ مضمون نگار اور محترم شیخ عبدالحمید عاجز صاحب کے درمیان قرعہ اندازی کے ذریعہ سے فیصلہ کیا جائے کہ قادیان میں ناظر مال کے طور پر کون رہے گا۔ جس کا نام نکلے وہ امانات لاہور لائے اور پھر اپنے عزیزوں سے مل کر واپس چلا جائے اور اگر حالات کسی کو بھجوانے کی اجازت نہ دیں تو امانات میجر صاحب کے سپرد کرکے ان سے قرآن پر حلف لے لیا جائے کہ قومی امانت کی حفاظت کے لئے وہ جان کی پرواہ بھی نہیں کریں گے۔ چنانچہ مضمون نگار قادیان سے آنے والے آخری قافلہ میں لاہور اور پھر محترم قریشی محمد عبداللہ صاحب کے ہمراہ چنیوٹ پہنچے اور اس طرح باقاعدہ دفتر کا آغاز ہوا۔ دفتر کو ربوہ منتقل کرنے سے قبل حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر محترم عبداللطیف صاحب اوورسیر نے ایک رات میں ایسا کمرہ تیار کروا دیا جس میں یہ امانات اور ریکارڈ بحفاظت رکھا جاسکتا تھا۔

مفید طبی معلومات

(ڈاکٹر امۃ الرزاق سمیع۔ ایف۔ آر۔ سی۔ ایس)

چھاتی کا سرطان

ساری دنیا میں چھاتی کے سرطان کے مریض بڑھتے جارہے ہیں، خاص طور پر ایشیائی خواتین میں چھاتی کا سرطان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

وجوہات

چھاتی کا سرطان سفید فام عورتوں میں زیادہ عام ہے۔ اگر خاندان میں کسی اور عورت کو سرطان ۴۰ سال کی عمر سے پہلے ہوا ہو تو بچیوں میں سرطان کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق سے ثابت ہوچکا ہے کہ سرطان کا خطرہ ایسی خواتین میں زیادہ ہوتا ہے جو کہ بچوں کو دودھ نہ پلائیں یا جن کا پہلا بچہ ۳۰ سال کی عمر کے بعد پیدا ہو۔ مانع حمل ہارمون کی گولیوں اور چھاتی کے سرطان کا آپس میں تعلق ابھی تک ثابت نہیں ہوا ہے۔

علامات

چھاتی کے سرطان میں درد نہیں ہوتی۔ عام طور پر خاتون چھاتی میں ایک چھوٹی سی گلٹی محسوس کرتی ہے۔ اکثر خواتین شرم اور حیا کے باعث طبی مدد لینے سے گھبراتی ہیں۔ اگر اس گلٹی کا وقت پر علاج نہ کیا جائے تو یہ پھوڑے میں تبدیل ہوسکتی ہے اور سرطان کے اثرات سارے جسم میں پھیل سکتے ہیں۔

آجکل ایک خاص ایکسرے کی مدد سے جسے MAMMOGRAM کہا جاتا ہے سرطان کو ایسے وقت میں دیکھا جاسکتا ہے جو کہ گلٹی بننے سے پہلے کی سٹیج ہوتی ہے۔ اس سٹیج پر ایک چھوٹے سے اپریشن سے سرطان کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

تشخیص

گلٹی کی تشخیص کے لئے میموگرام کیا جاتا ہے۔ چھاتی کا الٹرا ساؤنڈ بھی اس سلسلہ میں مفید ہے مگر مکمل تشخیص کے لئے ضروری ہے کہ گلٹی کو ایک آپریشن کرکے نکال دیا جائے اور خوردبین کے ذریعہ خلیوں کا معائنہ کیا جائے۔ اگر سرطان کے خلیے ثابت ہو جائیں تو علاج کی کئی صورتیں ہیں۔

علاج

طبی تحقیقات سے ثابت ہوچکا ہے کہ گلٹی کو نکال دینے سے اور چھاتی کو بجلی لگوا لینے سے زیادہ تر خواتین میں سرطان کا مکمل علاج ہو جاتا ہے۔ کچھ خواتین میں بغل میں آپریشن اور کیموتھراپی کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ چھاتی کا سرطان ایک قابل علاج بیماری ہے اور زیادہ تر خواتین سرطان کی تشخیص کے دس پندرہ سال تک بغیر کسی تکلیف کے زندہ رہتی ہیں۔

اگر سرطان جسم کے کچھ حصوں میں پھیل بھی چکا ہو جیسے کہ ہڈیاں یا جگر۔ تب بھی بجلی اور کیمو تھیراپی سے انکا علاج ممکن ہے۔

جدید طبی تحقیق نے ثابت کردیا ہے کہ Tamoxifen نامی گولی بھی چھاتی کے سرطان کے علاج میں بےحد سودمند ہے۔ آجکل تحقیق ہورہی ہے کہ یہ گولی سرطان سے بچاؤ کے لئے بھی استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۶ دسمبر کو قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب آف ناربری جماعت کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ اس کے ساتھ ہی حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

۱۔ مکرم مولوی حمیدالدین شمس صاحب مبلغ سلسلہ کلکتہ بوجہ ہارٹ اٹیک وفات ہوئی ہے۔

۲۔ مکرم چوہدری فیض احمد صاحب کاہلوں موصی تھے بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی ہے۔ آف بہاولنگر۔

۳۔ مکرمہ مہر النساء صاحبہ (دختر خانزادہ امیراللہ خاں صاحب صحابی) پشاور۔

۴۔ مکرم شیخ عبدالوحید صاحب (سابق امیر راولپنڈی، محترم آفتاب احمد خاں صاحب کے ماموں تھے) ابن حضرت شیخ مولوی محمد صاحب (لاہور مزنگ) صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

۵۔ مکرم عطاء الرؤف صاحب (ابن رانا سلطان احمد صاحب ڈرائیور خدام الاحمدیہ ربوہ) ۱۷ سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔

۶۔ مکرمہ سیدہ میمونہ بیگم صاحبہ بنت سید محمد ہاشم صاحب بخاری مرحوم۔ اہلیہ سید عبدالباسط صاحب نائب امیر ضلع جہلم۔

۷۔ مکرم صوفی بشیر احمد صاحب قریشی (برادر اصغر صوفی بشارت الرحمن صاحب مرحوم) لاہور۔

۸۔ مکرم سمیع اللہ خاں صاحب آف کوئٹہ داماد رانا فضل محمد صاحب۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

خریداران الفضل سے گذارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کردیا ہے؟

اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرماکر رسید حاصل کریں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینیجر)

دلچسپ خبریں

مکتوب آسٹریلیا

(مرتبہ: چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

موہوم آوازیں سننے کی بیماری

اللہ بچائے بیماریاں بھی عجیب و غریب قسموں کی ہیں۔ ایک بیماری ایسی ہے جس میں انسان اپنی ذہنی بیماری کے نتیجہ میں اپنے اندر سے اٹھنے والے خیالات کو باہر سے آنے والی آوازیں سمجھتا ہے۔ حقیقت کو بگڑی ہوئی صورت میں دیکھتا ہے۔ جذبات میں اکھڑپن اور سختی آ جاتی ہے۔ اس دماغی بیماری کا نام Schizo Phrenia ہے۔ لندن کے Institute of Psychiatry کے تحت امریکی اور برطانوی ماہرین نے حال ہی میں اس پر تحقیق کی ہے جو The Lancet میں شائع ہوئی ہے۔ Dr. P. McGuire جو اس تحقیقی ٹیم میں شامل تھے کہتے ہیں کہ "ذہن کی آواز" اور "ذہن کے کان" کے درمیان جب رابطہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو توہماتی آوازیں سننے کا میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ممکن ہے کہ جون آف آرک جو عیسائی بزرگوں کی آوازیں سنا کرتی تھیں وہ دماغ کے اسی حصہ کی خرابی کا نتیجہ ہو جو آوازوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ صحت مند اور بیمار افراد پر کئے گئے تجربات سے معلوم ہوا کہ مریضوں کے دماغ کے MTG اور SMA حصوں میں خون کے بہاؤ میں کمی پائی جاتی ہے۔ بایاں MTG حصہ آواز کا تجزیہ کرتا ہے اور SMA والا حصہ آواز کو پیدا کرتا ہے اور جب ان دونوں کے باہمی رابطہ میں کسی وجہ سے گڑبڑ ہو جائے تو اندر سے اٹھنے والی آوازوں کو خارجی آوازیں سمجھتا ہے اور اپنے خیالات کو یقینی چیزیں سمجھتا ہے خواہ انکی اصل حقیقت واضح طور پر مختلف ہی کیوں نہ ہو۔

آسٹریا میں مردوں کے لئے گھر کا نصف کام کرنا ضروری ہوگا۔

بیجنگ (چین) میں کچھ عرصہ قبل عورتوں کی ورلڈ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس موقعہ پر آسٹریا کے عورتوں کے معاملات کی وزیر Ms Helga Konrad نے کہا کہ ہماری حکومت ایسا قانون نافذ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس کے ذریعہ گھر کا نصف کام کاج کرنا مرد کی ذمہ داری قرار دے دیا جائے گا جیسے ہانڈی روٹی کرنا، سینا پرونا، گھر کی صفائی، بچوں کو سنبھالنا ان کے نیپی تبدیل کرنا۔ دودھ پلانا، بچوں کو سکول پہنچانا یا واپس لانا، بستر لگانا وغیرہ وغیرہ سبھی کام شامل ہوں گے اور قانون کی خلاف ورزی مرد و عورت کے اکٹھے رہنے کے معاہدے کی خلاف ورزی متصور ہوگی خواہ وہ شادی کے ذریعہ اکٹھے رہ رہے ہوں یا بغیر شادی کے۔ انہوں نے کہا کہ آسٹریا میں اس پر بڑی گرم بحث چل رہی ہے۔ البتہ صرف اس بات پر طلاق منظور نہیں ہوگی کہ مرد نے برتن دھونے سے انکار کیا تھا۔ (اس خبر کے ساتھ ایک کارٹون بھی بنا ہوا ہے جس میں ایک مرد دروازے پر کھڑا بیوی کو پکار رہا ہے جو باہر بچے کی انگلی پکڑ کر گھر سے جارہی ہے اور بچے کو کہہ رہی ہے کہ تمہارے ابا نے برتن نہیں دھوئے۔)

آسٹریا کے وزیر کے اس بیان پر آسٹریلیا کی نمائندہ Ms Kathy Townsend نے کہا کہ یہ بڑا قابل تعریف اقدام ہے کہ اس کے ذریعہ کام کرنے والے خاندانوں کے مسائل کی تہہ تک پہنچا گیا ہے۔ واقعی یہ سر میں کیل ٹھونکنے والی بات ہے (مسئلہ کے سر پر یا مرد کے سر پر؟) انہوں نے کہا کہ آسٹریلیا میں اسے دوہرا بوجھ قرار دیا جاتا ہے یہ ایسی ذمہ داری ہے جو بہت سی عورتوں کو نبھانی پڑتی ہے وہ پورا وقت کام بھی مرد کی طرح کرتی ہیں اور پھر اپنے گھروں کا کام بھی انہیں کو کرنا پڑتا ہے۔

عورتوں کو واقعی ایک مشکل صورتحال کا سامنا ہے اگر مرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر عمل کریں تو ایسا قانون نہ بنانا پڑے۔ آپؐ جب گھر پر ہوتے تو گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔

امریکہ کے پوسٹ مین مسلح ہوکر ڈاک تقسیم کرتے ہیں۔

خبر ہے کہ امریکہ کے پوسٹ مین مسلح ہوکر ڈاک تقسیم کرتے ہیں اور کتے ان سے ڈرتے ہیں لیکن اگر بات کتوں تک ہی محدود رہی تو کوئی بات نہ تھی ان کی آپس میں جب لڑائی ہوتی ہے تو یہی اسلحہ ایک دوسرے کے خلاف بےدریغ استعمال ہوتا ہے۔ ابھی حال ہی میں ۲۵ سالہ پوسٹ مین ڈارسی تھامس نے اپنے دو ساتھیوں پر گولی چلادی جن میں سے ایک کی حالت خطرناک ہے۔ یہ واقعہ ILLINOISS میں ہوا۔

لہٰذا اگر امریکنوں کو کبھی ڈاک لیٹ ملتی ہے تو اس کا کوئی سبب بھی ہوتا ہے ممکن ہے کہیں گولی وغیرہ چل گئی ہو۔ گذشتہ بارہ سال میں ۳۵ ڈاک کے کارندے اور سپروائزر ہلاک ہوچکے ہیں۔ اب ایسے حملوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگیا ہے۔ صرف گذشتہ بارہ ماہ کے دوران ۳۰۲ محکمہ ڈاک کے کارندوں اور سپروائزروں پر حملے ہوچکے ہیں۔ پچھلے سال کے مقابلہ میں ۵۷ حملے اس سال زیادہ ہوئے ہیں۔

محکمہ ڈاک کے نمائندہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کام کے دوران لڑائی جھگڑوں میں جتنے ہمارے کارکن ہلاک ہوئے ہیں یہ دوسرے کاموں پر مرنے والوں سے نصف ہے دوسرے کاموں میں مرنے کا خطرہ ہمارے محکمہ سے دگنا ہے۔

اگر واقعی یہی بات ہے تو محکمہ ڈاک شاباش کا مستحق ہے کہ خطرہ جان کے لحاظ سے یہ دوسری نوکریوں سے بہتر ہے۔

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Muslim TV AHMADIYYA

Programme Schedule for Transmission from London
29th December 1995 - 11th January 1996

Friday 29th December 1995

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith
12.00 M.T.A Variety: Hamari Kaenat
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 56, Part 2
1.00 MTA News
1.30 Friday Sermon, Live
2.40 Nazm
2.50 Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Qaseedah
4.55 Tomorrow's Programmes.

Saturday 30th December 1995

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith (English)
12.00 Eurofile: Question Answer Session, with Hadhrat Khalifatul Masih the IV, was held in Nunspeet, Holland, 24/9/1995
1.30 MTA News
2.00 Children's Corner: Mulaqat with Huzoor.(English)
3.05 M.T.A Variety: Question Answer Session in German with brother Hidayatullah Hubsh.
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Tomorrow's Programmes.

Sunday 31st December 1995

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith (English)
12.00 Eurofile: A Letter from London
12.30 Eurofile: Question Answer Session with Hadhrat Khalifatul Masih the IV, 24/9/1995
1.00 MTA News
1.30 Children's Corner - Lets learn Salat No. 16
2.00 Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
3.05 M.T.A Variety: "Why I am an Ahmadi Muslim" in German Language.
3.55 LIQAA MA'AL ARAB
4.55 Tomorrow's Programmes.

Monday 1st January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-e-Malfoozat
12.00 M.T.A Variety: Dilbar mera yehi hay
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 57, Part 1
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe: An interview of Mrs Durees Sameen Tahir, by Amatur Rasheed.
2.00 Natural Cure- Homeopathy lesson No. 136
3.05 M.T.A Variety: Responsibilities of Ansarullah brothers
3.35 Children's Corner: Hikayat-e-Sheereen
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Qaseedah and Tomorrow's Programmes

Tuesday 2nd January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Seerat-ul-Nabi (s.a.w)
12.00 Medical Matters
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 57 Part 2
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe: Shajar e Phool
2.00 "Natural Cure": Homeopathy Lesson 137
3.05 M.T.A. Variety: "Tech talk".
3.35 P.E. from Rabwah
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Qaseedah Tomorrow's Programmes.

Wednesday 3rd January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-E-Hadith
12.00 M.T.A Variety: Durres Sameen
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 58 Part 1
1.00 MTA News
1.30 M.T.A Lifestyle. Sewing Class, Perahan
2.00 Quran Class - Tarjumatul Quran 109.
3.05 M.T.A Variety: Economical Situation of Pakistan.
3.35 Children's Corner: Yassarnal Quran No. 17
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Tomorrow's Programmes.

Thursday 4th January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-e-Malfoozat
12.00 Medical Matters
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 58 Part 2
1.00 M.T.A News
1.30 M.T.A. Sports
2.00 Quran Class - Tarjumatul Quran Class No 110.
3.05 M.T.A Variety: Quiz programme.
3.30 "Children Corner": Yassarnal Quran No. 18
4.00 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Tomorrow's Programmes

Friday 5th January

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith
12.00 M.T.A Variety: "Unknown Sahabis", Khan Sahib and Abdul Ghaffar Sahib, by Bashir Ahmad Rafiq Sahib
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 58, Part 1
1.00 MTA News
1.30 Friday Sermon, Live
2.40 Nazm
2.50 Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Qaseedah
4.55 Tomorrow's Programmes.

Saturday 6th January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith (English)
12.00 Eurofile: Question Answer Session, Huzoor meets Russian Friends
1.30 MTA News
2.00 Children's Corner: Mulaqat with Huzoor.(English)
3.05 M.T.A Variety: Press Shau (German)
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Qaseedah and Tomorrow's Programmes.

Sunday 7th January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith (English)
12.00 Eurofile: A Letter from London
12.30 Eurofile: Question Answer Session, with Russian Friends
1.00 MTA News
1.30 Children's Corner - Lets learn Salat No. 17
2.00 Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
3.05 M.T.A Variety: " A walk through Frankfurt", (German).
3.38 M.T.A Variety: "Frankfurt Bode fare 1995
3.55 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Tomorrow's Programmes.

Monday 8th January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-e-Malfoozat
12.00 M.T.A Variety: Dilbar mera yehi hay
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 58, Part 2
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe: An interview with Mrs. A. Hakeem
2.00 Natural Cure- Homeopathy lesson No. 138
3.05 M.T.A Variety: Quiz programme from Lahore..
3.35 Children's Corner: Hikayat-e-Sheereen
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Qaseedah and Tomorrow's Programmes

Tuesday 9th January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Seerat-ul-Nabi (s.a.w)
12.00 Medical Matters
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 59 Part 1
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe: Opinions about Jalsa Salana 1995, by Maulana Abdus Salaam Tahir.
2.00 "Natural Cure": Homeopathy Lesson 139.
3.05 M.T.A. Variety: "Tech-Talk".
3.35 P.E. from Rabwah
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Qaseedah Tomorrow's Programmes.

Wednesday 10th January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-E-Hadith
12.00 M.T.A Variety: Exhibition , by Nasirat ul Ahmadiyya.
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 59 Part 2
1.00 MTA News
1.30 Around the globe: "Khilafat Library"
2.00 Quran Class - Tarjumatul Quran 117.
3.05 M.T.A Variety: Seerat Hadhrat Masih e Maud (a.s.w).
3.35 Children's Corner: Yassarnal Quran No. 19
3.50 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Tomorrow's Programmes.

Thursday 11th January 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-e-Malfoozat
12.00 Medical Matters
12.30 Learning Languages with Huzur, Lesson 60 Part 1
1.00 M.T.A News
1.30 M.T.A. Sports: Basketball from Rabwah.
2.00 Quran Class - Tarjumatul Quran Class No 118.
3.05 M.T.A Variety: Quiz programme, Nasirat ul Ahmadiyya, Pakistan.
3.30 "Children Corner": Yassarnal Quran No. 20
4.00 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Tomorrow's Programmes

Programmes or their timings may change without prior notice. We welcome viewers' comments about the quality of translation of the programmes. "Learning languages with Huzoor".

Al Fazl International Weekly, London
16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587
☎ (0) 181 870 8517
Fax: (0) 181 870 1095

Vol. 2 Friday, December 29, 1995 No. 52

شذرات

(م۔ا۔ح)

(۱)

ہمارے ایک بہت ہی محترم دوست نے اسلامی نماز کے موضوع پر ایک کتابچے میں سے ایک اقتباس اس ارشاد کے ساتھ ہمیں بھجوایا ہے کہ اسے شائع کر کے واضح کیا جائے کہ اس مصنف اور لاکھوں کی تعداد میں اسے شائع کرنے والے ناشر انسانی ارتقاء کی دوڑ میں کیوں پیچھے رہ گئے ہیں۔ آج جبکہ انسان چاند کی سطح پر کھرپا چلا رہا ہے، زمین میں سرنگ لگا کر سمندروں کے نیچے سے گزر جاتا ہے، بادلوں پر برف کے برادے کا چھڑکاؤ کر کے مینہہ برسالیتا ہے، یہ مولانا اپنے قارئین کی تعلیم و تربیت کن میدانوں میں کر رہے ہیں۔

نماز کی تیاری کے لئے پہلے حوائج ضروریہ سے فراغت اور طہارت کے بیان میں لکھا ہے:

"....... کے بعد ڈھیلوں سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو اور تیسرا آگے سے پیچھے کو لے جائے وعلیٰ ھذا القیاس۔ سردی کے موسم میں پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو اور دوسرا پہلے کے برعکس اور تیسرا دوسرے کے برخلاف۔ اور عورت ہمیشہ پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے۔ اس کے بعد پانی سے استنجا کرے یہاں تک کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے .... کسی ناپاک چیز سے استنجا کرنا جائز نہیں"۔

(طریقہ نماز مرتبہ حضرت مولانا قاری صاحبزادہ محمد داؤد صاحب خانقاہ شریف کندیاں ضلع میانوالی۔ ناشران تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، لاہور، راولپنڈی۔ صفحہ ۱۴)

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔ آپ نے پڑھ لیا اور سمجھ بھی گئے ہونگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہماری ہزار کوشش کے باوجود آپ نے ہمارے حذف کردہ الفاظ اور متروکہ عبارت کا اندازہ کر لیا ہوگا۔ کاش کہ یہ حضرت مولانا قریب ہوتے تو ہم ان سے ضرور پوچھتے کہ عالی جاہ یہ سردیوں اور گرمیوں کے معمول میں تبدیلی یکم ستمبر اور یکم مارچ کو ہوگی یا اکتوبر اور اپریل کی پہلی تاریخوں کو۔ کاش یہ حضرت صاحب اس تبدیلی میں پنہاں مصلحت بھی بیان فرمادیتے تو نیاز مندوں کو آسانی رہتی۔

ان بزرگوار کو تسلیم ہے کہ بالآخر پانی سے طہارت ضروری ہے۔ حیرت ہے کہ آج کل کے تمدن میں جہاں صاف پانی وافر مقدار میں دستیاب ہو وہاں بھی ایک ہی بار سادہ آبدست کے بجائے پہلے ڈھیلا بازی کی سفارش کیوں کی جارہی ہے۔ کیا اس کے بغیر وضو اور غسل مکروہ ہو جائیں گے۔

اس کتابچہ کے مصنف صاحبزادہ صاحب کے پیرو مرشد اور مطاع و مقتدیٰ اصل میں شیخ المشائخ خواجہ نان محمد صاحب بالقابہ، سجادہ نشین خانقاہ کندیاں شریف ہیں۔ ممکن ہے ان کے نام نامی سے بعض قارئین کے کانوں میں کوئی گھنٹی سنائی دی ہو۔ اگر نہیں تو عرض ہے کہ یہ ذات شریف کالموتی انجمن تحفظ ختم نبوت کے عالمی (؟) صدر ہیں اور جماعت احمدیہ کے خلاف ژاژ خائی کے لئے ہر سال لندن آتے ہیں اور چونکہ ان کا استنجا کسی ناپاک چیز سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دارالکفر انگلستان کے ناپاک ڈھیلوں سے بچنے کے لئے یہ کندیاں شریف کے کھیتوں کے چکنے ڈھیلے بڑی مقدار میں ہمراہ لاتے ہیں جو نہ صرف یورپ کے سفر میں انہیں کفایت کرتے ہیں بلکہ کبھی کبھی ہمراہیوں کو بھی ممنون احسان کر لیتے ہیں۔ سنا ہے کہ یورپ میں اس کتاب کی وسیع اشاعت کے نتیجہ میں یہاں پاک ڈھیلوں کی مانگ پیدا ہوگی اور اسے پورا کرنے کے لئے ارض پاکستان سے مناسب قدوقامت کے ڈھیلے برآمد کئے جائیں گے۔ اسے کہتے ہیں جج کا جج، بنج کا بنج۔ اب پتہ چلا ہے کہ ان غلاظت مآب منحوسوں کو دیکھتے ہی شریف آدمی کا جی کیوں متلانے لگتا ہے۔ اللھم نعوذبک من الخبث والخبائث۔

☆☆

(۲)

ہمارے قارئین یہ خبر تو پڑھ چکے ہیں کہ جنرل ضیاء الحق کے خلف الرشید، ممبر قومی اسمبلی میاں اعجاز الحق جب گزشتہ دنوں اقوام متحدہ کے انٹرپارلیمانی اجلاس میں شرکت کے لئے امریکہ گئے ہوئے تھے تو انہوں نے سوچا کہ وطن عزیز کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ باوا جان کا نام بھی روشن کر چلیں۔ اس لئے یہ لاس ویگاس کے مشہور عالم جوئے خانوں میں تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپیکر یوسف رضا گیلانی بھی تھے۔ دونوں نے خوب بڑھ چڑھ کر داؤ لگائے اور فجر کی اذان سے پہلے پہلے اعجاز میاں ۵۷ ہزار ڈالر اور گیلانی صاحب ۴۲ ہزار ڈالر ہار چکے تھے (تفصیلات کے لئے دیکھیں ہفت روزہ پاکستان پوسٹ نیویارک، اشاعت ۸، ۱۴ ستمبر ۱۹۹۵ء)۔

افسوس اس بات کا ہے کہ میاں صاحبزادے نصف لاکھ سے زیادہ ڈالر ہار کر لوٹے ہیں۔ جیت کر آتے تو اپنے امیرالمومنین باپ کے ادا کردہ سود میں سے کچھ تو بازیاب ہوتا اور ہم بھی خوش ہوتے کہ شاباش کافروں سے خوب بدلہ لیا ہے۔ اب نقصان مایہ الگ ہوا، شماتت ہمسایہ الگ کہ اخباروں نے چسکے لے لے کر خبر لگائی ہے۔ واپسی پر ممی کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ڈالروں کی تو کوئی بات نہیں خدا پاکستان کو سلامت رکھے۔ حلوائی کی دکان قائم ہے تو دادا جی کی فاتحہ بھی ہوتی رہے گی اور ان بچوں کے الّے تلّے بھی چلتے جائیں گے۔

ہمارا خیال تھا کہ وطن واپسی پر ہوائی اڈے سے ہی ان کا بیان آجائے گا کہ۔

"پاکستان میں اسلام کا نفاذ فوراً ہونا چاہئے ورنہ امریکہ ہمیں ہڑپ کر جائے گا۔ ہم خود دیکھ کر آئے ہیں کہ وہاں مسافروں سے ڈالر چھین لیتے ہیں"۔

لیکن یہ بیان تو نہیں آیا البتہ آج کے روزنامہ جنگ لندن (مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۹۵ء) نے خبر دی ہے کہ اعجاز الحق نے حکومت وقت سے گیارہ سوال کر کے اسے حیران کر دیا ہے۔ اب حکومت بے چاری بیٹھی وہ سوال نکال رہی ہے، عوام کلمہ پڑھ رہے ہیں اور بچہ لوگ تالیاں بجا رہے ہیں۔ لاس ویگاس جیسے مشکل شہر کا نام ہی کسی کو یاد نہیں رہا ہوگا۔ اسے کہتے ہیں ہاتھ کی صفائی یا بھمبل بھوسا۔

امید ہے کہ یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ جس قومی اسمبلی نے احمدیوں کے کفر و اسلام پر "متفقہ" فیصلہ صادر کیا تھا اس کے اراکین بھی اسی قماش کے تھے بلکہ ضیاء الحق کے سفید کاغذ کی رو سے تو ان سے بھی برے تھے یعنی شرابی، چور، اچکے اور رسہ گیر۔ یہ دونوں بے چارے تو صرف جوئے باز ہیں اور ہمارا حسن ظن یہ کہتا ہے کہ ان میں اور کوئی خرابی نہیں بلکہ ہم تو اس قدر خوش فہم ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ فجر کی اذان سنتے ہی یہ دونوں مسجد کی طرف چل پڑے تھے تو ہم فوراً سچ مان لیں گے۔

مختصر عالمی خبریں

(مرتبہ ابوالمسرور چوہدری)

تیز چلو مگر دوڑو نہیں

(انگلستان) انگلستان کی ہیلتھ ایجوکیشن اتھارٹی نے آج سے آٹھ سال پہلے عوام کو صحتمند رکھنے کے لئے ایک مہم کا آغاز کیا تھا اور یہ پروگرام دیا تھا کہ ان کو صحتمند زندگی گزارنے کے لئے ہفتہ میں تین بار بیس منٹ کی دوڑ یا سخت ورزش کرنی چاہئے مگر اب تجربات کی روشنی میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ تیز دوڑنے سے بہتر ہے کہ تیز چلا جائے یا ہلکی ورزش کی جائے برسٹل کے ہیلتھ ریسرچ یونٹ کے ڈاکٹر CHRIS RIDDOCH نے ایک بیان میں کہا ہے کہ سخت ورزش کرنے کی ہدایات دینا برطانوی ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کی فاش غلطی تھی کیونکہ ۸۰ کے لگ بھگ مختلف تجزیاتی سٹڈیز نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ سخت ورزش سے نہیں بلکہ ورزش کی مقدار سے صحت کو فائدہ ہوتا ہے۔

چنانچہ ہیلتھ ایجوکیشن اتھارٹی کی طرف سے ایک نئی سکیم کا اعلان اگلے سال موسم بہار میں ہو رہا ہے جس میں عوام کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر انہیں صحت مند رہنا ہے تو وہ سیر کے لئے زیادہ وقت دیں اور لفٹ کی بجائے سیڑھیاں استعمال کریں۔ اس سکیم کا نام ACTIVE FOR LIFE رکھا گیا ہے۔

اس نئی پالیسی کے تحت لوگوں سے توقع کی جارہی ہے کہ وہ ہفتہ میں پانچ مرتبہ نصف گھنٹہ کی سیر یا ہلکی ورزش کریں جو انہیں زندگی میں چاک و چوبند بنانے میں مدد دے گی۔

عورتوں کو اگلے مورچوں میں لڑنے کی اجازت

(برطانیہ) آجکل سینئر فوجی افسران عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ اگلے مورچوں میں لڑنے کی اجازت دینے پر غور کر رہے ہیں۔ حال ہی میں جسمانی اور نفسیاتی ٹیسٹوں نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اگرچہ عورت مرد سے جسمانی لحاظ سے کمزور واقع ہوئی ہے تاہم موجودہ زمانہ کی جنگوں میں جہاں جسمانی طاقت کی بجائے ذہنی استعدادوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے عورتیں کسی طرح بھی مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔

اس وقت یورپین ممالک میں صرف برطانیہ، یونان اور پرتگال ہی ایسے ممالک ہیں جن میں عورتوں کو اگلے مورچوں میں لڑنے کی اجازت نہیں ہے جبکہ جنگ عظیم دوم کے بعد جرمنی اور اٹلی میں عورتوں کو جنگی محاذ پر بھجوانے میں جو آئینی روکیں تھیں ان کو ختم کیا جارہا ہے اور ترکی نے حال ہی میں فوج کے اعلیٰ عہدے عورتوں کے لئے کھول دیئے ہیں۔ اسرائیل میں تو ایک عرصہ سے عورتیں فوج کے تمام شعبوں میں سرگرم عمل ہیں۔

برطانیہ میں اس وقت عورتیں جنگی جہازوں پر نیوی افسر کی حیثیت سے اور رائل ایئرفورس میں پائلٹ کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں۔ بعض حلقوں سے یہ گمان کیا جارہا ہے کہ چونکہ فوج میں بھرتی کے لئے نوجوان آگے نہیں آرہے اس لئے عورتوں کو بھرتی کرنے کی تجویز کی جارہی ہے۔

ملک تباہی کی طرف بڑھ رہا ہے

(پاکستان) "سابق چیف جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ نے کہا کہ ملک تیزی کے ساتھ تباہی کی جانب بڑھ رہا ہے اگر ملک کو مزید تباہ ہونے سے بچانا ہے تو آپس کے اختلافات کو ختم کر کے درستی اور مفاہمت کی راہ اختیار کرنا ہوگی۔" (جنگ لندن ۹ دسمبر ۹۵ء)

تباہی ہی تباہی نظر آتی ہے

(پاکستان) "رکن قومی اسمبلی افتخار حسین گیلانی نے کہا ہے کہ پاکستان کی معیشت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ صورت حال اتنی خراب ہے کہ آگے تباہی ہی تباہی نظر آتی ہے۔" (جنگ لندن ۱۰ دسمبر ۹۵ء)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

سیٹنگ و ڈیزائننگ۔ خلیفہ رواح الدین احمد